الأردية
1
نور السنة وظلمات البدعة
في ضوء الكتاب والسنة
باللغة الأردية
تاليف
الفقير إلى الله تعالى
سعيد بن علي بن وهف القحطاني
ترجمة
ابوعبدالله / عناية الله بن حفيظ الله السنابلي
مراجعة
أبو المكرم بن عبد الجليل
أشرف على مراجعة الترجمة وتصحيحها المؤلف
مركز توعية الجاليات بالقصيم فرع قبة
القصيم - قبة - ص.ب: ٣٧ ، هاتف: ٠٦/٣٤٧٠٤٤٣ ، ناسوخ: ٠٦/٣٤٧٠٧٣٠
Islamic Center Qibah, Al-Qassim, P.O.Box: 37, Tel.:06/3470443- Fax: 06/3470730
ردمك: ٤-٧٢٥-٣٩-٩٩٦٠
اردو
1
سنت کی روشنی اور بدعت کے اندھیرے
کتاب وسنت کے آئینہ میں
مترجم سے رابطہ کے لئے:
Mobile: +91-9773026335 • Tel.: +91-22-25355252
E-Mail: inayatullahmadani@yahoo.com
تالیف
ڈاکٹر سعید بن علی القحطانی حفظہ اللہ
اردو ترجمہ
ابوعبداللہ/ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ السنابلی
نظر ثانی
ابوالمکرم عبدالجلیل
مکتب توعیۃ الجالیات قبہ
القصیم قبہ پوسٹ بکس: ۳۷ فون: ۰۶/۳۴۷۰۴۴۳ فیکس: ۰۶/۳۴۷۰۷۳۰
زیر نگرانی: وزارت اسلامی امور واوقاف ودعوت وارشاد

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد:

فإن الشيخ عنايت الله بن حفيظ الله هندي الجنسية معروف لدي منذ دهر طويل بسلامة المنهج والمعتقد، وقد كان داعية (رسمي) في مكتب الجاليات والدعوة والإرشاد بمدينة عنيزة بالمملكة العربية السعودية، ثم انتقل للدراسة في الجامعة الإسلامية كلية الحديث الشريف وتخرج بتقدير ممتاز، ولمعرفتي بسلامة منهجه أذنت له بترجمة أي كتاب من كتبي يرغب في ترجمته، وقد ترجم لي إلى الآن خمسة عشر كتابا، راجعنا منها أربعة عشر كتابا فوجدناها مترجمة ترجمة سليمة على منهج أهل السنة والجماعة.

وأوصي من يرى تزكيتي هذه أن يجعل الشيخ عنايت الله محل الثقة فإنه كذلك، سواء كان ذلك في الترجمة أو غيرها من الأعمال، لأمانته، وصدقه، وسلامة معتقده، هكذا أحسبه والله حسيبه ولا أزكي على الله أحدا. وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين.

قاله وكتبه الفقير إلى الله تعالى

د. سعيد بن علي بن وهف القحطاني

١٤٣١/٥/١١هـ

بسم الله الرحمن الرحيم

من سعيد بن علي بن وهف القحطاني إلى الأخ الشيخ عنايت الله بن حفيظ الله سلمه الله تعالى.

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته أما بعد:

فأرجو إرسال كل كتاب تترجمونه من كتبي إلى موقع دار الإسلام بعد مراجعته، حتى ينشر في هذا الموقع المبارك، والله أسأل أن يجعل ذلك في موازين حسناتكم وجزاكم الله خيرا.

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

أخوك ومحبك في الله

د. سعيد بن علي بن وهف القحطاني

١٤٣١/٥/١١هـ

مقدمہ از مترجم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على محمد المبعوث رحمة للعالمين، أما بعد:

سنت نبوی ﷺ وحی الٰہی کا دوسرا جز ہے، جو قرآن کریم کی تفسیر اور اس کی شرح و بیان ہے، اسلام میں سنت کی حیثیت سکہ کے دوسرے رخ کی ہے جس کے بغیر چارۂ کار نہیں، سنت نبوی کا منکر بعینہ اسی طرح کافر اور خارج از اسلام ہے جس طرح قرآن کا منکر، سنت نبوی انصاف کا وہ آئینہ ہے جس میں دنیا کا ہر شخص اپنے عیوب کو دیکھ کر اس کی اصلاح کرسکتا ہے، سنت نبوی کی اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ تبارک وتعالیٰ نے بے شمار مقامات پر نبی کریم ﷺ کی اطاعت واتباع کا حکم دیا ہے، اور اس پر بیش بہا انعامات کا وعدہ فرمایا ہے۔

سنت کے بالمقابل ''بدعت'' ہے، جسے قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں سراپا ضلالت وگمراہی سے تعبیر کیا گیا ہے، اور اس کی ایجاد کرنے اور اس پر عمل کرنے سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ بدعت دراصل جادۂ حق سے انحراف کا چوراہا اور ضلالت وگمراہی کا سرچشمہ ہے، بدعات کی ایجاد اور ان پر عمل کرنے سے سنتوں کی بیخ کنی ہوتی ہے، ان تمام باتوں کی دلیلیں کتاب وسنت میں بکثرت موجود ہیں۔

موجودہ دور میں چونکہ بدعت نے سنت کا چولا پہنا ہوا ہے، اور اسلام کی جانب منسوب بے شمار افراد اور جماعتوں کے نزدیک اس کا حقیقی مفہوم اجنبی اور غیر مانوس بن چکا ہے، جس کے نتیجہ میں ایسے لوگ بدعات کی بدبو اور سنڑاند میں جینے اور سانس لینے کے باوجود اپنے آپ کو سنت کا اصلی وارث اور ٹھیکے دار سمجھنے اور دوسروں کو باور کرانے بلکہ اسے ہی عین اسلام قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں، اس لئے موجودہ دور میں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ اس موضوع پر کثرت سے زبان وقلم کی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ایسے لوگوں کو بالخصوص اور عوام کو بالعموم سنت وبدعت کا فرق سمجھایا جائے، اور انہیں بدعت وضلالت کے دلدل سے باہر لانے کی سعی کی جائے۔

زیر نظر کتاب بھی اسی موضوع کی ایک اہم اور اچھوتی کڑی ہے، جسے مملکت سعودیہ عربیہ کے معروف صاحب علم، باذوق محقق اور منہج سلف کے بے لاگ داعی جناب فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سعید بن علی القحطانی حفظہ اللہ نے تالیف کیا ہے۔

کتاب چونکہ مختصر ہونے کے باوجود انتہائی جامع اور مدلل تھی اس لئے راقم کے ذہن میں اسے اردو جامہ پہنانے کا داعیہ پیدا ہوا، اور الحمد للہ اللہ کی توفیق اور اس کی نصرت وتائید سے کتاب کا ترجمہ پایۂ تکمیل کو پہنچا اور اب آپ قدردانوں کے ہاتھوں میں ہے۔

کتاب کے ترجمہ وطباعت اور اشاعت پر میں سب سے پہلے اپنے اللہ ذوالکرم کا شکر ادا کرتا ہوں جس کی توفیق اور مدد سے کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچی، اس کے بعد اپنے والدین بزرگوار کا شکر ادا کرتا ہوں جن کی انتھک تعلیمی وتربیتی کوششوں کی بدولت دین اسلام کی ادنیٰ سی خدمت کا شرف حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ انہیں دنیا وعقبیٰ کی بھلائیوں سے نوازے۔ (آمین)

بعدہ اپنے مشرف ومستشار جناب فضیلۃ الشیخ ابو المکرّم عبد الجلیل حفظہ اللہ کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جنھوں نے اپنی تمام تر مصروفیات

کے باوجود کتاب کا انتہائی دقت سے مراجعہ کیا اور تصحیح فرمائی اور پھر کتاب کی کتابت، طباعت اور دیگر ضروری امور میں مکمل سرپرستی اور تعاون عطا فرمایا، نیز لمحہ بہ لمحہ ہمہ قسم کے مفید علمی مشوروں سے نوازا۔

اخیر میں اپنے فاضل بھائی جناب ابو سلطان ارشد مغل حفظہ اللہ کا بھی شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جنھوں نے کتاب کی طباعت اور اس سے متعلق ضروری امور میں بھرپور تعاون سے نوازا، اور اپنے ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے ہمیں کسی بھی قسم کے تعاون سے نوازا، فجزاھم اللہ جمیعا عنی خیر الجزاء۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کے مؤلف، مترجم، مصحح اور ناشر کو اخلاص قول وعمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

آپ کا مخلص:

ابوعبداللہ/عنایت اللہ بن حفیظ اللہ السنابلی

القصیم، سعودیہ عربیہ

مقدمہ از مؤلف

إن الحمد لله ، نحمده، و نستعينه، ونستغفره ، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا، وسيئات أعمالنا ، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له ، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له ، وأشهد أن محمداً عبده و رسوله ،صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وسلم تسليماً كثيراً،أما بعد :

سنت کےنوراور بدعت کی تاریکیوں کے سلسلہ میں یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے،جس میں میں نے سنت کے مفہوم اور اہل سنت کے نام کی وضاحت کی ہے،اور یہ کہ سنت ہی مطلق نعمت ہے، نیز سنت اور اہل سنت کے مقام اور ان کی علامتوں کی وضاحت کی ہے، اور بدعت اور اہل بدعت کے مقام،بدعت کے مفہوم ، قبولیت عمل کی شرطیں،دین میں بدعت کی مذمت، بدعات کے اسباب، بدعت کے اقسام واحکام، قبروں وغیرہ کے پاس بدعات کی قسمیں، عصر حاضر کی مروجہ بدعات، بدعتی کے توبہ کا حکم، اور بدعات کے آثار ونقصانات کا تذکرہ کیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سنت ہی وہ زندگی اور نور ہے جس میں بندے کی سعادت وہدایت کا راز مضمر ہے، اور گام سنت کے رہروؤں کو سنت بلندیوں پر لا کھڑا کرتی ہے، اگر اعمال میں وہ کچھ پیچھے ہوں، ارشاد الٰہی ہے:

﴿**يوم تبيض وجوه وتسود وجوه**﴾ (۱)۔

''جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ''۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''یعنی اہل سنت وجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت وافتراق کے چہرے سیاہ ہوں گے'' (۲)۔

صاحب سنت (متبع سنت) زندہ دل، روشن ضمیر اور ظاہری وباطنی طور پر

(۱) سورۃ آل عمران: ۱۰۶۔

(۲) اجتماع الجيوش الإسلامية على غزو المعطلة والجهمية، از امام ابن قیم رحمہ اللہ ۳۹/۲۔

احکام الٰہی کا پیرو اور رسول اللہ ﷺ کا تابع فرمان ہوتا ہے۔

اور بدعتی مردہ دل اور تاریک ضمیر ہوتا ہے، اہل بدعت پر تاریکی غالب ہوتی ہے، چنانچہ ان کے دل اور ان کے سارے حالات تاریک ہوتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ جسے سعادت سے نوازنا چاہتا ہے اسے بدعت کی ان کالی گھٹاؤں سے نکال کر سنت کے نور میں لا داخل کرتا ہے(۱)۔

میں نے اس بحث کو دو مباحث میں تقسیم کیا ہے، اور ہر مبحث کے تحت حسب ذیل چند مطالب ہیں:

پہلی بحث: سنت کی روشنی

پہلا مطلب: سنت کا مفہوم۔

دوسرا مطلب: اہل سنت کے نام۔

تیسرا مطلب: سنت مطلق نعمت ہے۔

چوتھا مطلب: سنت کا مقام۔

پانچواں مطلب: صاحب سنت کا اور بدعتی کا مقام۔

(۱) دیکھئے: اجتماع الجیوش الإسلامیة علی غزو المعطلة والجهمیة، از امام ابن قیم رحمہ اللہ ۲/۳۹۔

دوسری بحث: بدعت کے اندھیرے

پہلا مطلب: بدعت کا مفہوم۔

دوسرا مطلب: عمل کی قبولیت کی شرطیں۔

تیسرا مطلب: دین اسلام میں بدعت کی مذمت۔

چوتھا مطلب: بدعات کے اسباب۔

پانچواں مطلب: بدعت کی قسمیں۔

چھٹا مطلب: دین میں بدعت کا حکم اور اس کی قسمیں۔

ساتواں مطلب: قبروں کے پاس انجام دی جانے والی بدعات کی قسمیں۔

آٹھواں مطلب: عصر حاضر کی مروجہ بدعات۔

نواں مطلب: بدعتی کی توبہ۔

دسواں مطلب: بدعات کے اثرات اور نقصانات۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ اس عمل کو مبارک اور خالص اپنی رضا کے لئے بنائے اور میرے لئے میری زندگی میں اور مرنے کے بعد نفع بخش بنائے، اور جس تک بھی یہ کتاب پہنچے اسے اس کے ذریعہ نفع پہنچائے، وہ بڑا

بہتر لائق سوال ، اور انتہائی کریم لائق امید ہے، وہی ہمارے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے، ہر طرح کا تصرف اور قوت اللہ عظیم و برتر کے ہاتھ میں ہے۔

وصلى الله وسلم وبارك على عبده ورسوله، وخيرته من خلقه نبينا محمد و على آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين۔

مؤلف

بروز بدھ، مطابق ۱۷/۱۰/۱۴۱۹ھ

پہلا مبحث: سنت کا نور

پہلا مطلب: سنت کا مفہوم

سنت کے کچھ اہل (متبع اور پیروکار) ہیں، اور ان کا ایک مخصوص عقیدہ ہے، نیز وہ حق پر متفق ہیں۔ لہٰذا مناسب ہے کہ سب سے پہلے میں ''عقیدۃ أہل السنۃ والجماعۃ'' میں شامل تینوں الفاظ کی تشریح کردوں۔

عقیدہ کا لغوی واصطلاحی مفہوم:

عقیدہ کا لغوی مفہوم: لفظ ''**عقیدہ**'' ''**عقد**'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی باندھنے، اور مضبوط گرہ لگانے کے ہیں، اور اسی سے پختگی و پیوستگی، جماؤ اور ہم آہنگی بھی ہے، عربی زبان میں کہا جاتا ہے ''**عقد الحبل یعقدہ**''، یعنی رسی کو مضبوطی کے ساتھ باندھا، اسی طرح کہا جاتا ہے ''**عقد العھد**

والبیع''، یعنی پختہ عہد و پیمان اور خرید و فروخت کا معاملہ کیا، نیز کہا جاتا ہے ''**عقد الإزار**''، یعنی ازار کو اچھی طرح کسا، اور ''**العقد**''(باندھنا)''**الحل**'' (کھولنا) کی ضد ہے(۱)۔

عقیدہ کا اصطلاحی مفہوم: عقیدہ ایسے پختہ ایمان اور قطعی حکم اور فیصلہ کا نام ہے جس میں شک کی گنجائش نہ ہو، چنانچہ جس پر انسان ایمان رکھتا اور اس پر اپنے قلب و ضمیر سے پوری طرح مطمئن ہوتا، نیز اسے لائق اتباع دین و مذہب سمجھتا ہے وہی اس کا عقیدہ کہلاتا ہے۔ اب اگر یہ پختہ ایمان اور مستحکم فیصلہ صحیح ہوگا تو عقیدہ بھی صحیح ہوگا، جیسا کہ ''اہل سنت و جماعت'' کا عقیدہ ہے، اور اگر باطل ہوگا تو عقیدہ بھی باطل ہوگا، جیسا کہ جملہ گمراہ اور باطل فرقوں کا عقیدہ ہے(۲)۔

اہل سنت کا مفہوم:

سنت کا لغوی مفہوم: عربی زبان میں سنت، طور طریقہ اور سیرت کو کہتے

(۱) القاموس المحیط از فیروز آبادی، باب دال، فصل عین، ص:۳۸۳، نیز معجم مقائیس اللغۃ، از ابنِ فارس، کتاب عین، ص:۶۷۹۔

(۲) دیکھئے: مباحث في عقيدة أهل السنة والجماعة، از ڈاکٹر ناصر عبدالکریم العقل، ص:۹-۱۰۔

ہیں، خواہ اچھی ہو یا بری(۱)۔

اور علماء عقیدہ اسلامیہ کی اصطلاح میں سنت اس اسوہ اور طریقہ کو کہتے ہیں جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم علمی، اعتقادی، قولی اور فعلی طور پر گامزن تھے۔ یہی وہ سنت ہے جس کی اتباع اور پیروی لازم ہے، اور جس کے متبعین لائق مدح وستائش، اور مخالفین قابل صد مذمت ہیں، چنانچہ جب کہا جاتا ہے کہ ''فلاں اہل سنت میں سے ہے'' تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ صحیح، سیدھے اور لائق تعریف طریقہ والوں میں سے ہے(۲)۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سنت اس راہ کو کہتے ہیں جس پر چلا گیا ہو، چنانچہ اس میں اس منہج کی اتباع اور تمسک شامل ہے جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین گامزن تھے، خواہ عقائد ہو، یا اعمال واقوال ہوں، اور یہی درحقیقت سنتِ کاملہ ہے''(۳)۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سنت وہ امر ہے جس کے

(۱) لسان العرب، از ابن منظور، باب نون، فصل سین، ۱۳/ ۲۲۵۔

(۲) دیکھئے: مباحث في عقيدة أهل السنة والجماعة، از ڈاکٹر ناصر عبدالکریم العقل، ص:۱۳۔

(۳) جامع العلوم والحکم، از ابن رجب، ۱/۱۲۰۔

اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہونے پر شرعی دلیل موجود ہو، خواہ رسول اللہ ﷺ نے اسے خود انجام دیا ہو، یا آپ کے زمانہ میں انجام دیا گیا ہو، یا نہ آپ نے انجام دیا ہو اور نہ ہی آپ کے زمانہ میں انجام پایا ہو، کیونکہ اس وقت اس عمل کی ضرورت نہ تھی یا کوئی مانع درپیش تھا''(۱)۔ اس معنی کے اعتبار سے سنت ظاہری و باطنی طور پر نبی کریم ﷺ کے آثار کی اتباع اور سابقین اولین مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے طریقہ کی پیروی کا نام ہے(۲)۔

جماعت کامفہوم:

جماعت کا لغوی مفہوم: ''جماعت'' عربی زبان میں مادۂ ''جمع'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی جمع کرنے، اتفاق کرنے اور اکٹھا ہونے کے ہیں، جو تفرقہ واختلاف کی ضد ہے، علامہ ابن فارس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جیم، میم اور عین کا مادہ کسی شے کے ملنے اور اکٹھے ہونے پر دلالت کرتا ہے، کہا جاتا ہے: **''جمعت الشي ء جمعاً''**، یعنی میں نے فلاں شے کو اکٹھا کر دیا(۳)۔

---

(۱) مجموع فتاویٰ شیخ الإسلام ابن تیمیہؒ، ۲۱/۳۱۷۔

(۲) مجموع فتاویٰ شیخ الإسلام ابن تیمیہؒ، ۳/۱۵۷۔

(۳) معجم المقائیس في اللغۃ، از ابن فارس، کتاب جیم، باب ماجاء من کلام العرب في المضاعف ==

اور علماء عقیدہ اسلامیہ کی اصطلاح میں ''جماعت'' سے مراد امت کے سلف صالحین یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، اور قیامت تک ان کی صحیح اتباع اور پیروی کرنے والے وہ جملہ افراد ہیں جنھوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ جیسی حق اور صحیح شاہراہ پر اتفاق کیا ہے(۱)۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جماعت وہ ہے جو حق کی موافقت کرے، خواہ تنہا آپ ہی کیوں نہ ہوں''۔

نعیم بن حماد رحمہ اللہ (اس کی وضاحت کرتے ہوئے) فرماتے ہیں: ''یعنی جب جماعت میں فساد و بگاڑ پیدا ہو جائے، تو آپ پر ضروری ہے کہ فساد و بگاڑ سے پہلے جماعت جس منہج اور عقیدہ پر گامزن تھی اسی پر قائم رہیں، اس صورت میں اگر آپ تنہا ہیں تو تنہا آپ ہی جماعت شمار ہوں گے''(۲)۔

== والمطابق أولہ جیم، ص:۲۲۴۔

(۱) دیکھئے: شرح العقیدۃ الطحاویۃ، از ابن ابی العز، ص:۶۸، نیز شرح العقیدۃ الواسطیۃ، از شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، تالیف: محمد خلیل ہراس، ص:۶۱۔

(۲) اس بات کو امام ابن القیم رحمہ اللہ نے امام بیہقیؒ کی طرف منسوب کرتے ہوئے، اپنی کتاب ''إغاثۃ اللھفان'' (۱/۷۰) میں ذکر کیا ہے۔

دوسرا مطلب:

اہل سنت کے نام اور ان کے اوصاف:

(۱) اہل سنت وجماعت: یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے منہج وطریقہ پر قائم ودائم، اور آپ ﷺ کی سنت کے صحیح متبع اور پیروکار ہیں، یہ صحابہ، تابعین اور انہی کے نقش قدم پر چلنے والے وہ ائمہ دین وہدایت ہیں جنھوں نے اتباع اور پیروی پر استقامت کا ثبوت دیتے ہوئے بدعت سے دوری اختیار کی، یہ کسی بھی جگہ اور کسی بھی زمانے میں ہوں رب ذوالجلال کی نصرت وتائید سے بہرہ منداور قیامت تک باقی رہیں گے(۱)۔

اہل سنت کی وجہ تسمیہ: اہل سنت وجماعت کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ سنت رسول ﷺ کی طرف منسوب، اور اسے اپنے قول، فعل اور اعتقاد میں ظاہری وباطنی طور پر اپنانے پر متفق ہیں (۲) ۔

---

(۱) دیکھئے: مباحث في عقيدة أهل السنة والجماعة، از ڈاکٹر ناصر بن عبدالکریم العقل، ص: ۱۳، ۱۴۔

(۲) دیکھئے: فتح رب البرية بتلخيص الحموية، از شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ، ص: ۱۰ و شرح العقيدة الواسطية، از شیخ صالح بن فوزان الفوزان ص: ۱۰۔

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"افترقت اليهود على إحدى وسبعين فرقةً فواحدة في الجنة وسبعون في النار، وافترقت النصارى على اثنتين وسبعين فرقةً فإحدى وسبعون فرقةً في النار وواحدة في الجنة، والذي نفس محمدٍ بيده لَتَفْتَرِقَنَّ أمتي على ثلاث وسبعين فرقةً، واحدة في الجنة واثنتان وسبعون في النار" قيل: يارسول الله ، من هم؟ قال:"الجماعة" (۳)۔

یہود اکہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، ان میں سے ایک جنتی ہے اور ستر جہنمی، اور نصاریٰ (عیسائی) بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، ان میں سے صرف ایک جنتی ہے اور اکہتر جہنمی، اور اس ذات کی قسم جس کے

---

(۱) یہ الفاظ ابن ماجہ کے ہیں، کتاب الفتن، باب افتراق الأمم، ۲/ ۱۳۲۱، حدیث نمبر (۳۹۹۲)، ابو داؤد، کتاب السنة، باب شرح السنة، ۴/ ۱۹۷، حدیث نمبر (۴۵۹۶)، ابن ابی عاصم، کتاب السنة، ۱/ ۳۲، حدیث نمبر (۶۳)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابن ماجہ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، ۲/ ۳۶۴۔

ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے یقیناً میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی، ان میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا، اوبہتر فرقے جہنمی ہوں گے، دریافت کیا گیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ جنتی فرقہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جماعت''۔

اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی جامع ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ ''صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

"ما أنا عليه وأصحابي" (۱)۔

جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

(۲) فرقہ ناجیہ: (نجات یافتہ جماعت) یعنی جہنم سے نجات پانے والی جماعت، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرقوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کا استثناء کیا اور فرمایا:

"كلها في النار إلا واحدة" (۲)۔

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء في افتراق هذه الأمة، ۵/۲۶، حدیث (۲۶۴۱)۔

(۲) دیکھئے: من اصول اهل السنة والجماعة، از شیخ صالح بن فوزان الفوزان، ص: ۱۱۔

سارے فرقے جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے، یعنی صرف ایک جماعت جہنم سے نجات پائے گی۔

(۳) طائفہ منصورہ: (غالب اور نصرت الٰہی سے سرفراز جماعت)

معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"لا تزال طائفة من أمتي قائمة بأمر الله لا يضرهم من خذلهم أو خالفهم حتى يأتي أمر الله وهم ظاهرون على الناس" (۱)۔

میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم (اسلام) پر قائم رہے گی، ان کی مدد سے ہاتھ کھینچنے والے یا ان کی مخالفت کرنے والے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (فیصلہ) آجائے گا اور وہ بدستور تمام لوگوں پر غالب رہیں گے۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب المناقب، بابٌ: حدثنا محمد بن المثنی، ۴/۲۲۵، حدیث نمبر (۳۶۴۱)، نیز صحیح مسلم (الفاظ اسی کے ہیں)، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: ''لا تزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم''، ۲/۱۵۲۴، حدیث نمبر (۱۰۳۷)۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت آئی ہے (۱)۔

اور ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لاتزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لايضرهم من خذلهم، حتى يأتي أمرالله وهم كذلك" (۲)۔

میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر غالب رہے گی، ان کی مدد سے ہاتھ کھینچنے والے انہیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے گا اور وہ ویسے ہی غالب رہیں گے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح کی روایت مروی ہے (۳)۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب المناقب، بابٌ: حدثنا محمد بن المثنی، ۴/ ۲۲۵، حدیث نمبر (۳۶۴۰) نیز صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب قولہ ﷺ: ''لاتزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق لايضرهم من خالفهم'' ۲/ ۱۵۲۳، حدیث نمبر (۱۹۲۱)۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب قولہ ﷺ: ''لاتزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق لايضرهم من خالفهم'' ۲/ ۱۵۲۳، حدیث نمبر (۱۹۲۰)۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب قولہ ﷺ: ''لاتزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق لايضرهم من خالفهم'' ۲/ ۱۵۲۳، حدیث نمبر (۱۹۲۳)۔

(۴) اہل سنت وجماعت کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر مضبوطی سے قائم اور سابقین اولین مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے عقیدہ ومنہج پر گامزن ہیں، اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی بابت فرمایا:

"ما أنا عليه وأصحابي" (۱)۔

یعنی اہل سنت وجماعت وہ لوگ ہیں جو میرے اور میرے صحابہ کے منہج پر قائم ہیں۔

(۵) اہل سنت وجماعت ہی وہ بہترین نمونہ ہیں جو راہ حق کی رہنمائی کرتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل پیرا ہیں، ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" إن من سعادة الحدث (۲) والأعجمي أن يوفقهما الله لعالم من أهل السنة"(۳)۔

کسی عامی اور عجمی کے لئے باعث سعادت ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اہل

---

(۱) اس حدیث کی تخریج صفحہ (۲۸) میں گزر چکی ہے۔

(۲) ''الحدث'' کے معنی نوجوان (عامی نوجوان) کے ہیں، دیکھئے: النهاية في غريب الحديث والأثر، از ابن الاثیر، باب حاء مع دال، مادہ ''حدث'' ۱/ ۳۵۱۔

(۳) شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة، از لالکائی، ۱/ ۶۶، نمبر (۳۰)۔

سنت کے کسی عالم (سے ملاقات اور استفادہ) کی توفیق عطا فرمادے۔

اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ شہروں اور ملکوں کو زندگی عطا کرتا ہے، اور وہ اہل سنت ہیں، اور جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ اس کے پیٹ میں حلال لقمہ ہی جاتا ہے تو وہ اللہ کی جماعت میں شامل ہے''(۱)۔

(۶) اہل سنت سب سے بہتر لوگ ہیں، جو لوگوں کو بدعت اور اہل بدعت سے منع کرتے ہیں۔

ابوبکر بن عیاش سے پوچھا گیا، سنی کون ہے؟، تو انھوں نے فرمایا: ''سنی وہ ہے جس کے سامنے من مانی بے دلیل باتیں بیان کی جائیں تو ان کی طرف بالکل ہی نظر التفات نہ کرے''(۲)۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ قمطراز ہیں: ''اہل سنت امت کے سب سے بہتر اور افضل ترین لوگ ہیں، جو کہ صراط مستقیم یعنی حق واعتدال کی راہ پر

(۱) حوالۂ سابق، ۱/۲۷، نمبر (۵۱)۔

(۲) شرح اصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، ۱/۲۷، نمبر (۵۳)۔

گامزن ہیں''(۱)۔

(۷) اہل سنت لوگوں میں بگاڑ پیدا ہوجانے پر اجنبی کہلائیں گے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بدأ الإسلام غريباً وسيعود كما بدأ غريباً فطوبى للغرباء"(۲)۔

اسلام اجنبیت کے عالم میں آیا تھا، اور عنقریب پھر اجنبیت سے دوچار ہوگا جس طرح شروع میں تھا، تو خوشخبری (یا جنت) ہے اجنبیوں کے لئے۔

مسند احمد بن حنبل کی ایک روایت میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ ''غرباء'' اجنبی کون لوگ ہیں؟، تو آپ نے فرمایا:

(۱) دیکھئے: مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ۳/ ۳٦۸-۳٦۹۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أن الإسلام بدأ غریباً وسیعود غریباً، ۱/۱۳۰، حدیث نمبر (۱۴۵)۔

"النزاع (١) من القبائل"(٢)۔

اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر ہجرت کر جانے والے۔

مسند احمد بن حنبل ہی کی ایک دوسری روایت میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ''غرباء'' اجنبی کون لوگ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"أناس صالحون في أناس سوء كثير من يعصيهم أكثر ممن يطيعهم"(٣)۔

بہت سارے بُرے لوگوں میں کچھ صالح اور نیک لوگ، جن کی نافرمانی کرنے والے فرمانبرداروں سے زیادہ ہوں گے۔

دوسری سند سے مروی ایک روایت میں ہے:

---

(١) یعنی وہ اجنبی جو اپنے گھر بار اور کنبہ قبیلہ سے الگ ہو کر دور چلا گیا ہو، مفہوم یہ ہے کہ مہاجرین کے لئے خوشخبری ہو جنھوں نے اللہ واسطے اپنے وطنوں سے ہجرت کی ہے، دیکھئے: النهاية في غريب الحديث والأثر، از ابن الاثیر، ۵/۴۱۔

(٢) مسند احمد بن حنبلؒ: ۱/ ۳۹۸۔

(٣) مسند احمد بن حنبلؒ: ۲/ ۱۷۷، ۲۲۲۔

"الذين يصلحون ما أفسد الناس"(١)۔

لوگوں میں بگاڑ پیدا ہونے پر ان کی اصلاح کرنے والے۔

چنانچہ اہل سنت، اہل بدعت، ہوا پرستوں اور گمراہ فرقوں کے درمیان اجنبی ہیں۔

(٨) اہل سنت ہی حاملین علم ہیں: اہل سنت ہی دراصل حاملین علم ہیں، جو اس علم سے غلو پسندوں کی تحریف، باطل پرستوں کی تراش خراش (کاٹ چھانٹ) اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا: ''لوگ (اہل علم) اسناد کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے، لیکن جب فتنہ رونما ہوا، تو کہنے لگے: "سموا لنا رجالكم" بیان کرنے والوں کے نام بتاؤ، چنانچہ دیکھا جاتا، اگر اہل سنت کی باتیں ہوتیں تو مان لی جاتیں، اور اگر اہل بدعت کی باتیں ہوتیں تو ناقابل تسلیم قرار دی جاتیں''(٢)۔

(٩) اہل سنت وہ لوگ ہیں جن کی جدائی سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے، اسی لئے ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مجھے اہل سنت میں سے کسی کی

---

(١) مسند احمد بن حنبلؒ: ۴/ ۱۷۳۔

(٢) صحیح مسلم، المقدمة، باب الإسناد من الدين، ۱/ ۱۵۔

وفات کی خبر ملتی ہے تو مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میرے جسم کا کوئی حصہ کھو گیا ہو‘‘(۱)۔

نیز فرماتے ہیں: ’’جو لوگ اہل سنت کی موت کی تمنا کرتے ہیں، وہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے گل کرنا چاہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مکمل کر کے رہیگا گرچہ کافروں کو ناگوار گذرے‘‘(۲)۔

تیسرا مطلب: سنت مطلق نعمت ہے:

نعمت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ۱-نعمت مطلق ۲-نعمت مقید

اولاً: نعمت مطلق: نعمتِ مطلق وہ نعمت ہے جس کا تعلق بندے کے ابدی فوز وفلاح اور سعادت مندی سے ہے، اور وہ اسلام اور سنت کی نعمت بے بہا ہے، کیونکہ انسان کی دنیوی واخروی سعادت تین بنیادی ارکان پر موقوف ہے، اسلام، سنت رسول ﷺ اور دنیا وعقبیٰ میں عافیت وسلامتی۔ اسلام اور سنت رسول ﷺ کی نعمت ہی وہ نعمت ہے جس سے سرفراز مندوں کے راہ کی رہنمائی

(۱) شرح اصول اعتقاد اہل السنة والجماعة، از لالکائی، ۱/ ۶۶، نمبر (۲۹)۔

(۲) حوالۂ سابق، ۱/ ۶۸، نمبر (۳۵)۔

طلب کرنے کا اللہ عزوجل نے ہمیں اپنی نمازوں میں حکم دیا ہے، اور انہیں رفیق اعلیٰ کا مستحق ٹھہرایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ومن يطع الله والرسول فأولئک مع الذين أنعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن أولئک رفيقاً﴾(۱)۔

اور جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، جیسے، انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین، اور یہ لوگ کیا ہی بہترین ساتھی ہیں۔

یہ چار اصناف کے لوگ ہی اس نعمت مطلق کے مستحق ہیں جن کی طرف اللہ کے درج ذیل فرمان میں اشارہ کیا گیا ہے:

﴿اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام ديناً﴾(۲)۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنا انعام

(۱) سورۃ النساء: ۶۹۔

(۲) سورۃ المائدۃ: ۳۔

بھرپور کردیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضا مند ہوگیا۔

تو تکمیل دین اسلام کی اور اتمام نعمت الٰہی کا ہوا ہے، عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ایمان کے کچھ حدود، فرائض، سنن اور شرائع ہیں، جس نے انہیں مکمل سرانجام دیا اس نے اپنا دین مکمل کرلیا'' (۱)۔

اور اللہ کا دین اللہ کی وہ شریعت ہے جو اوامر ونواہی اور ممنوعات پر مشتمل ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نعمت مطلق یعنی اسلام اور سنت کی نعمت اہل ایمان کے ساتھ خاص ہے، اور دراصل یہی وہ نعمت ہے جس پر اظہار مسرت کیا جانا چاہئے، کیونکہ اس نعمت پر خوش ہونا اللہ عزوجل کی مرضیات میں شامل ہے، ارشاد باری ہے:

﴿قل بفضل الله وبرحمته فبذلک فليفرحوا هو خير مما يجمعون﴾ (۲)۔

آپ کہد یجئے کہ بس لوگوں کو اللہ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا

(۱) صحیح البخاری، تعلیقاً، کتاب الإیمان، باب قول النبي ﷺ: ''بني الإسلام علی خمس''، ۱/۹۔
(۲) سورۃ یونس: ۵۸۔

چاہئے، وہ اس چیز سے بہتر ہے جسے وہ اکٹھا کررہے ہیں۔

اور سلف صالحین کے اقوال کی روشنی میں ''فضل اور رحمت'' سے مراد اسلام اور سنت ہے۔ اور اسلام اور سنت کی نعمت پر خوشی کا اظہار انسان کی زندہ دلی کے معیار پر منحصر ہے۔ لہٰذا، انسان جس قدر اسلام اور سنت میں راسخ اور قوی ہوگا، اسی قدر اس کے دل کی مسرت شدید تر ہوگی، چنانچہ سنت کی روحانیت سے معمور ہونے پر دل مارے خوشی کے رقص کرتا ہے اور امن وسکون سے لبریز ہوتا ہے جب کہ لوگ رنج وغم سے نڈھال اور انتہائی ہراساں ہوتے ہیں'' (۱)۔

ثانیاً: نعمت مقید: جیسے صحت، مالداری، تندرستی، جاہ وحشمت، کثرت اولاد، نیک سیرت وصورت بیوی اور اس طرح کی دیگر نعمتیں، یہ ساری نعمتیں نیکوکار و بدکار، مومن وکافر سب میں مشترک ہیں، اور اس اعتبار سے یہ کہنا بھی درست ہے کہ کافر پر بھی اللہ کی نعمتیں ہیں۔

کافر وفاجر کو حاصل ہونے والی مقید نعمتیں درحقیقت ان کے حق میں

(۱) یہ اقتباس امام ابن قیم کی تحریر سے ماخوذ ہے، دیکھئے: اجتماع الجیوش الإسلامیة علی غزو المعطلة والجھمیة، ۲/۳۳-۳۶، ۳۸۔

استدراج اور ڈھیل ہیں، اگر انہیں نعمت مطلق (اسلام) کی دولت نہ مل سکی تو اس کا انجام عذاب اور بدبختی کے سوا کچھ نہیں۔(۱)

چوتھا مطلب: سنت کا مقام:

سنت اللہ تعالیٰ کا وہ محفوظ قلعہ ہے جس میں داخل ہونے والا امن وامان میں ہوجاتا ہے، اور اللہ کا وہ عظیم دروازہ ہے جس میں داخل ہونے والا اللہ تک پہنچ جاتا ہے، سنت اپنے رہروؤں کو بلندیوں پر لا کھڑا کرتی ہے، گو اپنے اعمال کی بدولت وہ اس شرف سے محروم ہوں، اور جب اہل بدعت اور منافقین کا نور روز قیامت بجھا ہوا ہوگا، تو اہل سنت کا نور ان کے سامنے دوڑ رہا ہوگا، اور جب اہل بدعت کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے، تو اہل سنت کے چہرے روشن اور تروتازہ ہوں گے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ﴾(۲)۔

جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ۔

(۱) دیکھئے: اجتماع الجیوش الإسلامیۃ علی غزو المعطلۃ والجہمیۃ، ۳۶/۲۔

(۲) سورۃ آل عمران: ۱۰۶۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یعنی اہل سنت وجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت وافتراق کے چہرے سیاہ ہوں گے''(۱)۔

سنت ہی وہ زندگی اور نور ہے جس پر بندے کی سعادت وہدایت اور فلاح وکامرانی موقوف ہے، ارشاد باری ہے:

﴿ أَوَ مَنْ كَانَ مَيْتاً فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوْراً يَّمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾(۲)۔

کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کردیا اور ہم نے اسے ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے، کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا، اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال خوشنما معلوم ہوا

(۱) امام ابن قیمؒ نے ''اجتماع الجیوش الإسلامیۃ علی غزو المعطلۃ والجہمیۃ، میں ذکر کیا ہے، ۳۹/۲، اور دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۳۶۹/۱، نیز: جامع البیان عن تأویل آي القرآن، از ابن جریرؒ، ۹۳/۷۔

(۲) سورۃ الأنعام: ۱۲۲۔

کرتے ہیں۔

اور توفیق دہندہ اللہ تعالیٰ ہی ہے(۱)۔

پانچواں مطلب: صاحب سنت کا مقام اور بدعتی کا انجام:

صاحب سنت کا مقام:

صاحب سنت (متبع سنت) زندہ دل اور روشن ضمیر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر زندگی اور نور کا ذکر فرمایا ہے، اور اسے اہل ایمان کی صفت قرار دیا ہے، اس لئے کہ زندہ اور روشن دل ہی درحقیقت اللہ کو پہچان سکتا ہے، اس پر یقین کرسکتا ہے، اسے سمجھ سکتا ہے، اس کی وحدانیت اور اس کے رسول ﷺ کے ذریعہ بھیجی ہوئی شریعت کا پیرو اور تابعِ فرمان ہوسکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ اللہ رب العالمین سے اپنے دل، اپنے کان، اپنی آنکھ اور اپنی زبان میں، نیز اپنے اوپر، اپنے نیچے، اپنے دائیں، اپنے بائیں، اپنے پیچھے، اور اپنے آگے نور کا سوال کرتے تھے، اور اسی طرح اپنی ذات کو نور بنانے، نیز اپنے ظاہری جسم، گوشت، ہڈی، اور خون میں نور کا سوال فرماتے تھے، چنانچہ

(۱) دیکھئے: اجتماع الجیوش الإسلامیۃ علی غزو المعطلۃ والجہمیۃ، از ابن قیمؒ ۲/۳۸۔

آپ ﷺ نے اپنی ذات، اعضاء جسمانی، حواس ظاہرہ و باطنہ اور شش جہات کے لئے نور طلب کیا ہے۔

مومن کا داخل ہونا اور نکلنا اور اس کا قول وعمل سب نور ہی ہوتا ہے، اور یہ نور اپنے قوت وضعف کے اعتبار سے روز قیامت صاحب نور کے لئے ظاہر ہوگا، اس کے سامنے اور دائیں جانب دوڑے گا، چنانچہ کچھ لوگوں کا نور آفتاب کی طرح ہوگا، کسی کا ستارہ کی مانند، کسی کا طویل قامت کھجور کے مثل، کسی کا کھڑے آدمی کا سا، اور کسی کا اس سے کمتر، حتی کہ ان میں سے بعض کو صرف اس کے قدم کے انگوٹھے کے اوپری حصہ پر ٹمٹماتا ہوا نور دیا جائے گا جو کبھی روشن ہوگا اور کبھی گل ہوجائے گا، غرضیکہ دنیا میں اس کے ایمان اور اتباع سنت کا نور جس قدر تھا، بعینہ اسی طرح وہاں عینی اور مشاہداتی طور پر نور ظاہر ہوگا(۱)۔

اہل سنت کی پہچان:

اہل سنت کی بہت ساری علامتیں اور نشانیاں ہیں، جنھیں عقلمند لوگ سمجھ سکتے ہیں، ان میں سے چند اہم نشانیاں درج ذیل ہیں:

(۱) دیکھئے: اجتماع الجیوش الإسلامیۃ... از ابن قیمؒ ۲/۳۸ تا ۴۱، قدرے تصرف کے ساتھ۔

۱- کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی مکمل پابندی۔

۲- اصول وفروع (جملہ مسائل) میں کتاب وسنت سے فیصلہ لینا۔

۳- اہل سنت سے محبت اور اہل بدعت سے نفرت۔

۴- قلت عدد سے وحشت نہ محسوس کرنا، کیونکہ حق مومن کی متاع گمشدہ ہے، جسے وہ لوگوں کی مخالفت کے باوجود جہاں پاتا ہے لے لیتا ہے۔

۵- کتاب وسنت کی تعلیم کی صحیح تطبیق کے ساتھ گفتار وکردار میں سچائی۔

۶- رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کی اتباع جن کے اخلاق قرآن کریم تھے(۱)۔

بدعتی کا انجام:

بدعتی مردہ دل اور تاریک ضمیر ہوا کرتا ہے، اللہ رب العالمین نے موت اور تاریکی کو ایمان نہ لانے والوں کا وصف قرار دیا ہے، اور مردہ اور تاریک دل وہ ہوتا ہے جو اللہ کو نہ پہچان سکے، نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی لائی شریعت کا تابع

(۱) دیکھئے: عقیدۃ السلف واصحاب الحدیث، از امام ابوعثمان اسماعیل بن عبدالرحمٰن الصابونی، ص: ۱۴۷، نیز تنبیہ اولی الأبصار إلی کمال الدین ومافي البدع من الأخطار، از ڈاکٹر صالح بن سعد سحیمی، ص: ۲۶۴۔

فرمان ہو، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے لوگوں کو مردہ اور تاریکیوں میں بھٹکنے والا قرار دیا ہے، اور اسی وجہ سے ان کی تمام زندگی ظلمت کدہ بنی ہوئی ہے، چنانچہ ان کے دل تاریک ہیں، انہیں حق باطل، اور باطل حق نظر آتا ہے، ان کے اعمال، اقوال، اور احوال سب تاریک اور بے نور ہیں، ان کی قبریں ظلمت سے بھری ہوئی ہیں، اور جب روز قیامت پل صراط پر گذرنے کے لئے نور تقسیم ہوگا، تو یہ تاریکیوں میں بے یار ومددگار چھوڑ دیئے جائیں گے، اور ان کے لئے جہنم میں داخلہ کا راستہ بھی تاریک ہوگا، اور یہی وہ تاریکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ابتداء وجود بخشا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ جس کی سعادتمندی چاہتا ہے اسے اس تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے، اور جس کی بدبختی چاہتا ہے اسے اسی میں باقی چھوڑ دیتا ہے(۱)۔

(۱) اجتماع الجیوش الإسلامیۃ، از ابن قیمؒ، ۲/ ۳۹-۴۰، قدرے تصرف کے ساتھ۔

دوسرا مبحث: بدعت کی تاریکیاں

پہلا مطلب: بدعت کا مفہوم:

بدعت کا لغوی مفہوم: بدعت عربی زبان میں دین کی تکمیل کے بعد اس میں کسی نئی چیز کی ایجاد کو کہتے ہیں، یا ہر اس من مانی قول یا عمل کو کہتے ہیں جس کو نبی کریم ﷺ کے بعد ایجاد کیا گیا ہو(۱)۔ کہا جاتا ہے "**ابتدعت الشيء**" میں نے فلاں شے ایجاد کی، جب کوئی قول یا عمل بلا کسی مثال سابق کے ایجاد کیا ہو(۲) الغرض "**بدع**" کا لفظ کسی چیز کے بلا کسی مثال سابق ایجاد کے لئے ہی بولا جاتا ہے، اور اسی سے ارشاد باری:

---

(۱) القاموس المحیط، باب عین، فصل دال، ص:۹۰۶، ولسان العرب، ۸/۶، نیز فتاویٰ ابن تیمیة، ۳۵/۴۱۴۔

(۲) معجم المقائیس في اللغة، از، ابن فارس، ص:۱۱۹۔

﴿**بديع السماوات والأرض**﴾(۱)۔

بھی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ بلا کسی مثال سابق کے آسمانوں اور زمین کو وجود بخشنے والا ہے(۲)۔

اور شریعت کی اصطلاح میں اہل علم نے بدعت کی مختلف تعریفیں کی ہیں، جن میں سے بعض تعریفیں بعض کا تتمہ ہیں، چند تعریفیں درج ذیل ہیں:

۱- شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "**دین اسلام میں بدعت** ہر اس امر کو کہتے ہیں جسے نہ اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہو، نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ نے، یعنی جس کی کوئی شرعی حیثیت نہ ہو، نہ واجب نہ مستحب"(۳)۔

اور بدعت کی دو قسمیں ہیں:

۱- اقوال وعقائد میں۔ ۲- اعمال وعبادات میں۔

---

(۱) سورۃ البقرۃ: ۱۱۷، وسورۃ الأنعام: ۱۰۱۔

(۲) الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۴۹، نیز دیکھئے: مفردات الفاظ القرآن، از امام راغب اصفہانی، مادہ "بدع"، ص: ۱۱۱۔

(۳) فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، ۴/ ۱۰۷-۱۰۸۔

تاہم یہ دونوں قسمیں ایک دوسرے میں شامل اور متداخل ہیں (۱)۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ کرام کے نزدیک اعمال دو قسم کے ہیں:

۱- عادات۔ ۲- عبادات۔

عبادات میں اصل یہ ہے کہ اللہ کی مشروع کردہ عبادات میں کسی قسم کا اضافہ نہ کیا جائے، جبکہ عادات میں اصل یہ ہے کہ جن امور سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا ہے ان کے علاوہ کسی بات سے منع نہ کیا جائے'' (۲)۔

نیز فرماتے ہیں: ''بدعت وہ عقائد وعبادات ہیں جو کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور اجماع امت کے خلاف ہوں، جیسے خوارج، روافض، قدریہ، جہمیہ وغیرہ کے اقوال (باتیں)، اسی طرح ان لوگوں کی عبادتیں جنھوں نے مسجدوں میں ناچنے، گانے، داڑھیاں منڈانے اور حشیشہ (بھنگ) پینے کو عبادت سمجھ رکھا ہے، یہ اور اس طرح کی دیگر وہ ساری عبادتیں ان بدعات میں سے ہیں جنھیں کتاب وسنت کے مخالفین عبادت سمجھ کر انجام دیتے ہیں،

(۱) فتاویٰ ابن تیمیہؒ، ۲۲/۳۰۶۔

(۲) فتاویٰ ابن تیمیہؒ، ۴/۱۹۶۔

واللہ اعلم'' (۱)۔

۲- امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بدعت دین اسلام میں ایجاد کردہ وہ طریقہ ہے جو بہ ظاہر شریعت کے مشابہ ہو، (۲) جس پر چل کر اللہ کی عبادت میں مبالغہ مقصود ہو''۔

یہ تعریف ان لوگوں کی رائے کے مطابق ہے جو بدعت کو عبادات کے ساتھ خاص کرتے ہوئے عادات کو اس سے خارج سمجھتے ہیں، البتہ عاداتی امور کو بدعت میں شامل سمجھنے والوں کے نزدیک بدعت کی تعریف یوں ہے'' بدعت دین اسلام میں ایجاد کردہ وہ طریقہ ہے جو بظاہر شریعت کے مشابہ ہو، جس پر چل کر وہی مقصود ہو جو شریعت سے مقصود ہوتا ہے'' (۳)۔

پھر امام شاطبی رحمہ اللہ نے اپنی دوسری تعریف کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ عادات چونکہ عام امور زندگی سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے ان میں

(۱) فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، ۱۸/۳۴۶، نیز دیکھئے: فتاویٰ، ۳۵/۴۱۴۔

(۲) یعنی بہ ظاہر شریعت کے موافق ہو لیکن حقیقت میں شریعت کے مخالف اور اس سے متصادم ہو، دیکھئے: الاعتصام، از شاطبی، ۱/۵۳۔

(۳) الاعتصام، از شاطبی، ۱/۵۰ تا ۵۶۔

بدعت نہیں ہوتی، البتہ انھیں عبادت سمجھ کر انجام دیئے جانے، یا عبادت کے قائم مقام سمجھنے کے سبب ان میں بدعت داخل ہو جاتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام شاطبی رحمہ اللہ نے دونوں تعریفوں کے درمیان تطبیق دی ہے اور جن امور میں تعبد لازمی ہے، ان کی مثال خرید وفروخت، نکاح وطلاق، اجارہ داری اور جرائم وخصومات وغیرہ سے دی ہے، کیونکہ یہ امور کچھ ایسے شرعی شرائط وضوابط سے مقید ہیں جن میں مکلّف کا کوئی اختیار نہیں (۱)۔

۳- حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (۲) ''بدعت سے مراد وہ نو ایجاد امور ہیں جن کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو، رہے وہ امور جن کی اصل شریعت میں موجود ہے تو وہ شرعاً بدعت نہیں کہلائیں گے، گو لغوی اصطلاح میں بدعت ہیں، چنانچہ جس نے بھی کوئی ایسی چیز ایجاد کر کے دین کی طرف منسوب کی جس کی دین میں کوئی اصل نہیں تو وہ گمراہی ہے، اور دین اس سے بَری ہے، چاہے وہ اعتقادی مسائل ہوں، یا اعمال ہوں، یا اقوال ہوں، خواہ ظاہری

(۱) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۲/ ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۹۴۔

(۲) جامع العلوم والحکم، از ابن رجبؒ، ۲/ ۱۲۷-۱۲۸ قدرے تصرف کے ساتھ۔

ہوں یا باطنی۔

البتہ سلف صالحین سے جو بعض بدعتوں کے استحسان کی بات منقول ہے تو ان سے لغوی معنی میں بدعت مراد ہے، نہ کہ شرعی اصطلاح میں، چنانچہ اسی قبیل سے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قول بھی ہے جب انھوں نے رمضان المبارک میں لوگوں کو ایک امام کی اقتداء میں با جماعت تراویح ادا کرنے کے لئے جمع کیا اور پھر لوگوں کو ایک امام کی اقتداء میں با جماعت تراویح ادا کرتے دیکھ کر فرمایا:

"نعمت البدعة هذه" (۱)۔

کتنی اچھی بدعت ہے یہ!۔

عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کا مطلب یہ تھا کہ یہ عمل اس شکل میں اس وقت سے پہلے انجام نہ دیا جاتا تھا، البتہ شریعت میں اس کے اصول ودلائل موجود تھے جن سے یہ مسئلہ مستنبط تھا، بطور مثال چند دلائل حسب ذیل ہیں:

۱- نبی کریم ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو قیام رمضان پر

(۱) دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان، ۲/ ۳۰۸، حدیث نمبر (۲۰۱۰)۔

ابھارتے اور اس کی رغبت دلاتے تھے، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مسجد میں مختلف جماعتوں میں اور انفرادی طور پر بھی قیام اللیل ادا کرتے تھے، اور خود آپ ﷺ نے بھی صحابۂ کرام کو کئی راتیں باجماعت قیام اللیل پڑھایا، اور پھر اس خوف سے رک گئے کہ کہیں امت پر قیام اللیل (تراویح) فرض نہ ہو جائے، اور لوگ اس کی ادائیگی نہ کرسکیں، اور یہ خوف نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد جاتا رہا(۱)۔

۲- نبی کریم ﷺ نے اپنے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی اتباع اور پیروی کا حکم دیا ہے، اور یہ عمل خلفائے راشدین کی سنتوں میں سے ہے(۲)۔

بدعت کی دو قسمیں ہیں:

۱- **بدعت مکفرہ:** یہ وہ بدعت ہے جس کا مرتکب دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

۲- **بدعت مفسقہ:** یہ وہ بدعت ہے جس کا مرتکب دائرۂ اسلام سے خارج

(۱) دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان، ۲/۳۰۹، حدیث نمبر (۲۰۱۲)۔

(۲) جامع العلوم والحکم، از ابن رجبؒ، ۲/۱۲۹ قدرے تصرف کے ساتھ۔

نہیں ہوتا(۱)۔

دوسرا مطلب: قبولیت عمل کی شرطیں:

تقرب الٰہی کی غرض سے کئے گئے کسی بھی عمل کی قبولیت کے لئے دو شرطیں ضروری ہیں:

پہلی شرط: وہ عمل خالص اللہ وحدہ لاشریک کی رضا وخوشنودی کے لئے کیا جائے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"إنما الأعمال بالنيات، وإنما لكل امرئٍ مانوى" (۲)۔

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی ہے۔

دوسری شرط: وہ عمل نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق انجام دیا جائے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

(۱) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۲/۵۱۶۔

(۲) متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، ۱/۹، حدیث نمبر (۱) وصحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: "إنما الأعمال بالنيات"، ۲/۱۵۱۵، حدیث نمبر (۱۹۰۷)۔

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردٌّ" (۱)۔

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔

چنانچہ صرف وہی اعمال عند اللہ شرف قبولیت سے سرفراز ہو سکتے ہیں جو خالص اللہ کی رضا جوئی کے لئے اور نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق انجام دیئے گئے ہوں، جو عمل اخلاص اور اتباع سنت رسول سے، یا ان دونوں میں سے کسی ایک سے عاری ہو، ایسا عمل مردود اور نا قابل قبول ہے، نیز اللہ عزوجل کے حسب ذیل فرمان میں داخل ہے:

﴿وقدمنا إلى ما عملوا من عمل فجعلناه هباء منثوراً﴾ (۲)۔

انھوں نے جو کچھ بھی اعمال کئے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر پراگندہ ذروں کی طرح کر دیا۔

اور جس کا عمل اخلاص اور اتباع نبوی ﷺ ہر دو سے بہرہ مند ہو، وہ

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الأقضية، باب نقض الأحکام الباطلة ورد محدثات الأمور، ۳/۱۳۴۴، حدیث نمبر (۱۷۱۸)، متفق علیہ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: ''من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌّ''، دیکھئے: بخاری، حدیث نمبر (۲۶۹۷)، مسلم، حدیث نمبر (۱۷۱۸)۔

(۲) سورۃ الفرقان: ۲۳۔

مندرجہ ذیل بشارتوں کا مستحق ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ومن أحسن ديناً ممن أسلم وجهه لله وهو محسن﴾ (۱)۔

اور بہ حیثیت دین اس شخص سے بہتر کون ہو سکتا ہے جس نے خود کو اللہ کے تابع کر دیا ہو اور وہ نیکوکار بھی ہو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿بلى من أسلم وجهه لله وهو محسن فله أجره عند ربه ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون﴾ (۲)۔

سنو! جو بھی اپنے آپ کو اخلاص کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکا دے، اور وہ نیکوکار (متبع سنت) بھی ہو، تو بلاشبہ اسے اس کا رب بھرپور بدلہ دے گا، اس پر نہ تو کوئی خوف ہوگا نہ ہی آزردگی و اداسی۔

چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث " إنما الأعمال بالنيات ..الخ " (اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے...) باطنی اعمال کی کسوٹی ہے، جبکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث "من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردٌّ " (جس

---

(۱) سورۃ النساء: ۱۲۵۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۱۱۲۔

نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے) ظاہری اعمال کا میزان ہے، اس طرح یہ دونوں حدیثیں دین اسلام کے اصول وفروع، ظاہر وباطن، اور اقوال وافعال کو سمیٹنے والی انتہائی عظیم الشان حدیثیں ہیں (۱)۔

امام نووی رحمہ اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر بڑی عمدہ گفتگو کی ہے، فرماتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ کے فرمان "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌ" (جس کسی نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں، تو وہ مردود ہے)، اور دوسری روایت "من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردٌ" (جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے) اہل عرب کے نزدیک ان دونوں روایتوں میں ''ردٌ'' مردود کے معنی میں ہے، جس کے معنی باطل اور غیر مقبول کے ہیں۔

یہ حدیث اسلام کے قواعد میں سے ایک عظیم الشان قاعدہ اور نبی کریم ﷺ کے جامع کلمات میں سے ہے، نیز دین اسلام میں ایجاد کردہ تمام بدعات و مخترعات کی تردید میں دوٹوک ہے۔ اور دوسری روایت میں بایں معنی تھوڑی سی زیادتی ہے کہ بسا اوقات کسی سابقہ ایجاد کردہ بدعت پر عمل کرنے والے

(۱) دیکھئے: بهجة قلوب الأبرار وقرة عيون الأخيار، از علامہ سعدی، ص: ۱۰۔

بعض معاندین پہلی روایت کے پیش نظر اگر یہ حجت قائم کریں کہ ہم نے تو کوئی بدعت ایجاد نہیں کی، تو جواباً اس پر دوسری روایت سے حجت قائم کی جائے جس میں جملہ بدعات کو مردود اور ناقابل قبول قرار دیئے جانے کی تصریح ہے خواہ خود اس پر عمل کرنے والے شخص نے اسے ایجاد کیا ہو، یا اس سے پہلے کسی اور نے ایجاد کیا ہو'' (۱)۔

تیسرا مطلب: دین میں بدعت کی مذمت:

بدعت کی مذمت میں قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ میں بہ کثرت نصوص وارد ہیں، نیز صحابۂ کرام اور تابعین عظام نے بھی بدعتوں پر تنبیہ کی ہے، مختصراً چند نصوص حسب ذیل ہیں:

اولاً: بدعت کی مذمت قرآن کریم کی روشنی میں:

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هو الذي أنزل عليک الكتاب منه آيات محكمات

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم بشرح امام نوویؒ، ۱۴/ ۲۵۷، نیز المفهم لما اشكل من تلخيص كتاب مسلم، از امام قرطبیؒ، ۶/ ۱۷۱۔

هن أم الكتاب وأخر متشابهات فأما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تأويله وما يعلم تأويله إلا الله﴾(۱)۔

وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے تم پر کتاب نازل فرمائی، جس میں واضح متحکم آیتیں ہیں، جو اصل کتاب ہیں، اور بعض متشابہ آیتیں ہیں، تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے، حالانکہ ان کے حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

امام شاطبی رحمہ اللہ نے سلف کے کچھ آثار ذکر کئے ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ آیت کریمہ قرآن کریم میں (لایعنی) بحث ومباحثہ کرنے والوں نیز خوارج اور ان کے موافقین کے بارے میں ہے(۲)۔

(۲) فرمان باری ہے:

﴿وأن هذا صراطي مستقيماً فاتبعوه ولا تتبعوا السبل

(۱) سورۃ آل عمران:۷۔

(۲) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۷۰-۷۶۔

فتفرق بكم عن سبيله ذلكم وصاكم به لعلكم تتقون﴾(۱)۔

اور یہی میری صراط مستقیم ہے، سو اسی پر چلو، اور دوسری راہوں پر مت چلو، کہ وہ راہیں تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کردیں گی، اس بات کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

چنانچہ یہی صراط مستقیم اللہ کی وہ راہ ہے جس کی جانب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بلایا ہے، اور وہ سنت رسول ﷺ ہے، اور جن مختلف راہوں سے بچنے کی تاکید کی ہے، یہ صراط مستقیم سے منحرف اہل اختلاف وافتراق کی راہیں ہیں، جو کہ اہل بدعت ہیں(۲)۔

اس طرح یہ آیت کریمہ اہل بدعت کی جملہ راہوں سے ممانعت کو شامل ہے(۳)۔

(۳) ارشاد الٰہی ہے:

(۱) سورۃ الأنعام:۱۵۳۔

(۲) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۷۶۔

(۳) الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۷۸۔

﴿وعلى الله قصد السبيل ومنها جائر ولو شاء لهداكم أجمعين﴾(۱)۔

اور اللہ تعالیٰ پر سیدھی راہ کا بتا دینا ہے، اور بعض ٹیڑھی راہیں ہیں، اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ راست پر لگا دیتا۔

''سیدھی راہ'' سے مراد حق کی راہ ہے، اور بقیہ راہیں حق سے منحرف بدعت وضلالت کی راہیں ہیں(۲)۔

(۴) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعاً لست منهم في شيء إنما أمرهم إلى الله ثم ينبئهم بما كانوا يفعلون﴾(۳)۔

بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے، آپ (ﷺ) کا ان سے کوئی تعلق نہیں، بس ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ ہے، پھر وہ ان کو ان کا کیا ہوا بتلا دے گا۔

---

(۱) سورۃ النحل:۹۔

(۲) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۷۸۔

(۳) سورۃ الأنعام:۱۵۹۔

یہ اس امت کے خواہش پرست، گمراہ اور بدعتی لوگ ہیں(۱)۔

(۵) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ ولا تكونوا من المشركين من الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعاً كل حزب بما لديه فرحون﴾ (۲)۔

اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ، ان لوگوں میں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے، ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے مگن ہے۔

(۶) ارشاد ربانی ہے:

﴿فليحذر الذين يخالفون عن أمره أن تصيبهم فتنة أو يصيبهم عذاب أليم﴾(۳)۔

سنو جو لوگ حکم رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر زبردست آفت نہ آ پڑے یا انھیں دردناک

---

(۱) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۱۷۹۔

(۲) سورۃ الروم:۳۱-۳۲۔

(۳) سورۃ النور:۶۳۔

عذاب نہ پہونچے۔

(۷) نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قل هو القادر على أن يبعث عليكم عذاباً من فوقكم أو من تحت أرجلكم أو يلبسكم شيعاً﴾(۱)۔

آپ کہئے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں تلے سے، یا کہ تم کو گروہ گروہ کرکے سب کو بھڑا دے۔

(۸) نیز ارشاد فرمایا:

﴿ولا يزالون مختلفين إلا من رحم ربك﴾(۲)۔

اور وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے، ہاں مگر اللہ جس پر رحم فرمائے۔ واللہ اعلم(۳)۔

---

(۱) سورۃ الأنعام:۶۵۔

(۲) سورۃ ھود:۱۱۸،۱۱۹۔

(۳) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۷۰-۹۱۔

ثانیاً: بدعت کی مذمت سنتِ نبوی کی روشنی میں:

بدعت کی مذمت اور اس سے اجتناب سے متعلق نبی کریم ﷺ سے بہت ساری حدیثیں وارد ہوئی ہیں، جن میں سے چند حدیثیں درج ذیل ہیں:

(۱) ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌّ"(۱)۔

جس کسی نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں، تو وہ مردود ہے۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردٌّ" (۲)۔

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔

(۲) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے:

---

(۱) اس حدیث کی تخریج صفحہ (۵۲) میں گذر چکی ہے۔

(۲) اس حدیث کی تخریج صفحہ (۵۲) میں گذر چکی ہے۔

”أمـا بـعـد ، فإن خير الحديث كتاب الله و خيرالهدي هدي محمد ، و شر الأمور محدثاتها، و كل محدثة بدعة“(۱)۔

اما بعد، بیشک سب سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اور سب سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، اور سب سے بدترین امورنئے ایجاد کردہ بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(۳) نسائی کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے خطبۂ جمعہ میں اللہ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد ارشاد فرماتے تھے:

”مـن يهـده الـلـه فـلا مـضل له، ومن يضلله فلا هادي له، إن أصـدق الحديث كتاب الله ، وأحسن الهدي هدي محمد ، وشـر الأمـور مـحـدثـاتـهـا، و كـل محدثة بدعة، و كل بدعة ضلالة، و كل ضلالة في النار“ (۲)۔

جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دیدے اسے کوئی گمراہ کرنے والانہیں، اور جسے

(۱) صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، ۱/۵۹۲، حدیث نمبر (۸۶۷)۔

(۲) اس حدیث کی اصل صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث میں ہے، اِن الفاظ کے ساتھ سنن نسائی میں ہے، دیکھئے: کتاب صلاۃ العیدین، باب کیف الخطبۃ، ۳/ ۱۸۸، حدیث نمبر (۱۵۷۸)۔

گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والانہیں، بیشک سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے، اور سب سے اچھا طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، اور بدترین امورنئے ایجاد کردہ چیزیں ہیں، اور ہرنئی چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

(۴) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”من دعا إلى هدى كان له من الأجر مثل أجور من تبعه ، لا يـنـقـص ذلك مـن أجورهـم شيئاً، ومن دعا إلى ضلالة كان عـليه من الإثـم مثل آثام من تبعه ، لا ينقص ذلك من آثامهم شيئاً“(۱)۔

جس نے کسی کو ہدایت کی بات کی طرف دعوت دی تو اسے اسی طرح اجروثواب ملے گا جس طرح اس پرعمل کرنے والے کو ملے گا، لیکن ان کے ثوابوں میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوگی، اور جس نے کسی کو گمراہی کی بات کی طرف بلایا، اسے اتنا ہی گناہ ملے گا جتنا اس گمراہی

(۱) صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنۃ حسنۃ اوسیئۃ، ومن دعا إلی ھدی اوضلالۃ، ۴/۲۰۶۰، حدیث نمبر (۲۶۷۴)۔

پر عمل کرنے والے کو ملے گا، لیکن ان کے گناہوں میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوگی۔

(۵) جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من سن في الإسلام سنةً حسنةً فله أجرها وأجر من عمل بها من بعده، من غير أن ينقص من أجورهم شيءٌ، ومن سن في الإسلام سنةً سيئةً كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أوزارهم شيءٌ" (۱)۔

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ شروع کیا تو اسے اسکا اجر ملے گا اوران لوگوں کا اجر بھی جواس کے بعداس پر عمل کریں گے لیکن خودان کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی ، اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ شروع کیا تو اس پر اس کا گناہ ہوگا اوران لوگوں کا گناہ بھی جنھوں نے اس پر عمل کیا لیکن خودان کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

(۱) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ، ۲/ ۷۰۵، حدیث نمبر (۱۰۱۷)۔

(٦) عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک انتہائی بلیغ نصیحت فرمائی جس سے دل دہل گئے آنکھیں اشکبار ہوگئیں، تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ، گویا یہ رخصت کرنے والے کی نصیحت ہے لہٰذا آپ ہمیں وصیت فرمائیے، آپ نے فرمایا:

" أوصيكم بتقوى الله ، والسمع والطاعة ، وإن تأمر عليكم عبد ، فإنه من يعش منكم بعدي فسيرى اختلافاً كثيراً، فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل بدعة ضلالة " (۱)۔

میں تمہیں اللہ کے تقویٰ اور سمع وطاعت کی وصیت کرتا ہوں اگر چہ غلام ہی تمہارا امیر کیوں نہ ہو، کیونکہ تم میں سے جو میرے بعد زندہ

(۱) ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب في لزوم السنۃ، ۴/ ۲۰۱، حدیث نمبر (۴۶۰۷)، وترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء في الأخذ بالسنۃ واجتناب البدع، ۵/ ۴۴، حدیث نمبر (۲۶۷۶)، امام ترمذی نے فرمایا: "هذا حديث حسن صحيح" (یہ حدیث حسن صحیح ہے)، وابن ماجہ، في المقدمۃ، باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدين المهديين، ۱/ ۱۵-۱۶، حدیث نمبر (۴۲، ۴۳، ۴۴)، ومسند احمدؒ، ۴/ ۴۶-۴۷۔

رہے گا وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھے گا،لہٰذا تم میری سنت اور
ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کولازم پکڑو،اسے مضبوطی سے
تھام لو،اوراسے دانتوں سے خوب اچھی طرح جکڑلو،اوراپنے آپ کو
نئی ایجادشدہ باتوں سے بچاؤ،اس لئے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

(۷) حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: لوگ رسول اللہ
ﷺ سے خیر (بھلائی ونیکی) کے متعلق پوچھا کرتے تھے،اور میں آپ سے شر
(برائی وگناہ کے کام) کے بارے میں پوچھتا تھا تاکہ ان میں واقع ہونے سے
بچوں،چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم
جاہلیت اور شر میں مبتلا تھے کہ اللہ نے ہمیں اس خیر (نعمتِ اسلام) سے سرفراز
فرمایا،تو کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہے؟،آپ نے فرمایا:''ہاں''،میں نے
کہا: کیا اس شر کے بعد پھر کوئی خیر ہوگا؟،آپ نے فرمایا:''ہاں،لیکن اس میں
کدورت اور خرابیاں ہوں گی''(یعنی وہ خالص خیر نہ ہوگا) میں نے عرض کیا: وہ
خرابیاں کیا ہوں گی؟،آپ نے فرمایا: "قوم يستنون بغير سنتي، ويهدون بغير
هـديي، تعرف منهم وتنكر"، کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو میری سنت کے علاوہ

پر چلیں گے،اور میری راہ کے علاوہ کے ذریعہ لوگوں کی رہنمائی کریں گے،ان کی
بعض باتیں معروف (صحیح) ہوں گی اور بعض منکر (غلط)''، میں نے عرض
کیا: کیا اس خیر کے بعد پھر کوئی شر ہوگا؟ فرمایا:"نعم، دعاة على أبواب جهنم
من أجابهم إليها قذفوه فيها" ''ہاں،کچھ لوگ جہنم کے دروازہ پر بیٹھے آواز
لگارہے ہوں گے،جو ان کی بات مان لے گا وہ اسے جہنم میں ڈھکیل دیں گے''،
میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ان کے اوصاف بتادیجئے،آپ نے
فرمایا:"نعم، قوم من جلدتنا ويتكلمون بألسنتنا" ''ہاں،وہ ہماری طرح کے
لوگ ہوں گے،اور ہماری ہی زبان بولیں گے'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے
رسول ﷺ! اگر میں ان سے دوچار ہوں تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا:"تلزم
جماعة المسلمين، وإمامهم" ''مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم
پکڑو''، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول، اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت اور
ان کا کوئی امام ہی نہ ہو تو کیا کروں؟ فرمایا:"فاعتزل تلك الفرق كلها، ولو
أن تعض على أصل شجرة حتى يدركك الموت وأنت على ذلك" ''ان
تمام فرقوں سے کنارہ کش ہوجاؤ،چاہے مرتے دم تک کسی درخت کی جڑ کیوں نہ

چبانا پڑے"(۱)۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "نبی کریم ﷺ کے فرمان "يهدون بغير هديي" (میری راہ کے علاوہ کے ذریعہ لوگوں کی رہنمائی کریں گے) میں "هدي" سے مراد سیرت اور طریقہ ہے، نیز "دعاة على أبواب جهنم من أجابهم إليها قذفوه فيها" (کچھ لوگ جہنم کے دروازہ پر بیٹھے آواز لگارہے ہوں گے، جو ان کی بات مان لے گا وہ اسے جہنم میں ڈھکیل دیں گے) سے مراد اہل علم کے نزدیک وہ امراء ہیں جو بدعت یا کسی اور ضلالت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے جیسا کہ خوارج، قرامطہ اور فتنہ پروروں کا حال تھا(۲)۔

(۸) زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"أما بعد، ألا أيها الناس إنما أنا بشر يوشك أن يأتي رسول ربي فأجيب، وأنا تارك فيكم ثقلين: أولهما كتاب الله، فيه

(۱) متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب کیف الأمر إذا لم تكن جماعة، ۸/۱۱۹، حدیث نمبر (۷۰۸۴)، ومسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن وفي كل حال، وتحريم الخروج على الطاعة، ومفارقة الجماعة، ۳/۱۴۷۵، حدیث نمبر (۱۸۴۷)۔

(۲) صحیح مسلم بشرح نوویؒ، ۱۲/۴۷۹۔

الهدى والنور، [هو حبل الله المتين من أتبعه كان على الهدى، ومن تركه كان على الضلالة] فخذوا بكتاب الله، واستمسكوا به"(۱)۔

اما بعد، لوگو سنو! میں ایک انسان ہوں، ہوسکتا ہے اللہ کا قاصد (ملک الموت) آئے، اور میں اس کی بات پر لبیک کہہ دوں، اور میں تمہارے درمیان دو ٹھوس بنیادیں چھوڑ کر جارہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، اور وہ اللہ کی ایسی رسی ہے کہ جس نے اسے پکڑا وہ راہ یاب ہے اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہ ہے، لہٰذا اللہ کی کتاب کو لے لو اور اسے ہی حرز جاں سمجھو۔

اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے کتاب اللہ کے التزام پر ابھارا ہے اور اس کی ترغیب دی ہے۔

(۹) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(۱) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل علي بن ابي طالب رضي الله عنه، ۴/۱۸۷۳، حدیث نمبر (۲۴۰۸)۔

"يكون في آخر الزمان دجالون كذابون، يأتونكم من الأحاديث بما لم تسمعوا أنتم ولا آباؤكم، فإياكم وإياهم، لا يضلونكم ولا يفتنونكم" (۱)۔

آخری زمانہ میں کچھ دجال اور جھوٹے لوگ پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی ایسی حدیثیں لائیں گے جنھیں تم نے اور تمہارے آباء واجداد کسی نے نہ سنے ہوں گے، تو خبردار! ان سے بچنا دیکھنا یہ تمہیں گمراہی اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔

ثالثاً: بدعات کے سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چند اقوال:

(۱) علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''لوگو! میں متبع سنت ہوں، بدعتی نہیں ہوں، لہٰذا اگر درست کروں تو میری مدد کرو، اور اگر انحراف کروں تو میری اصلاح کرو'' (۲)۔

---

(۱) صحیح مسلم، المقدمۃ، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء والاحتياط في تحملها، ۱/۱۲، حدیث نمبر (۶، ۷)۔ وابن وضاح، في ماجاء في البدع، ص: ۶۷، نمبر (۶۵)۔

(۲) الطبقات الکبری، از ابن سعد، ۳/۱۳۶۔

(۲) عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اصحاب الرائے (بدعتیوں) سے بچو، کیونکہ یہ سنتوں کے دشمن ہیں، ان سے حدیثیں نہ یاد ہو سکیں تو انہوں نے اپنی من مانی کہنا شروع کر دیا، خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا'' (۱)۔

(۳) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''(سنت کی) اتباع کرو، بدعت نہ ایجاد کرو، سنت ہی تمہارے لئے کافی ہے، ہر بدعت گمراہی ہے'' (۲)۔

رابعاً: بدعت کے سلسلہ میں تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ کے چند اقوال:

(۱) عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک شخص کے پاس ایک خط میں لکھا:

---

(۱) شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، از لالکائی، ۱/۱۳۹، نمبر (۲۰۱)، وسنن الدارمی، ۱/۴۷، اثر نمبر (۱۲۱)، وجامع بیان العلم وفضلہ، از ابن عبدالبر، ۲/۱۰۴۱، نمبر (۲۰۰۱، ۲۰۰۳ و ۲۰۰۵)۔

(۲) في ماجاء في البدع، از ابن وضاح، ص: ۴۳، نمبر (۱۴، ۱۲)، والمعجم الکبیر، از امام طبرانی، ۹/۱۵۴، حدیث نمبر (۸۷۷۰)، امام ہیثمیؒ ''مجمع الزوائد'' (۱/۱۸۱) میں فرماتے ہیں: ''اس حدیث کے راویان صحیح بخاری کے ہیں''، نیز، شرح أصول اعتقاد اهل السنة والجماعة، از لالکائی، ۱/۹۶، حدیث نمبر (۱۰۲)، عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی دیگر آثار کے لئے دیکھئے: في ماجاء في البدع، از ابن وضاح، ص: ۴۵، ومجمع الزوائد، از امام ہیثمیؒ، ۱/۱۸۱۔

''امابعد: میں تمہیں اللہ کے تقویٰ، اس کے معاملہ میں اعتدال کی راہ اپنانے، اس کے رسول ﷺ کی سنت کی اتباع کرنے اور آپ ﷺ کی سنت کے بعد جو کچھ بدعتیوں نے ایجاد کر رکھا ہے اسے ترک کرنے کی وصیت کرتا ہوں''(۱)۔

(۲) حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نہ کوئی قول بغیر عمل کے صحیح ہو سکتا ہے، نہ کوئی قول اور عمل بغیر نیت کے، اور نہ ہی کوئی قول، عمل اور نیت بغیر سنت کے''(۲)۔

(۳) امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اہل کلام (اہل بدعت کی ایک قسم) کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے کہ کھجور کی شاخ سے ان کی پٹائی کی جائے، انہیں اونٹ پر سوار کر کے علاقوں اور قبیلوں میں گھمایا جائے، اور اعلان کیا جائے کہ یہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو چھوڑ کر علم کلام سے جڑ جانے کا انجام ہے''(۳)۔

---

(۱) سنن أبی داود، کتاب السنة، باب لزوم السنة، ۴/۲۰۳، حدیث نمبر (۴۶۱۲)، نیز دیکھئے: صحیح سنن ابوداود، از علامہ البانیؒ، ۳/۸۷۳۔

(۲) شرح اصول اعتقاد اھل السنة والجماعة، از لالکائی، ۱/۶۳، حدیث نمبر (۱۸)۔

(۳) اس کی تخریج ابونعیمؒ نے ''الحلیة'' میں کی ہے، ۹/۱۱۶۔

(۴) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جس نے دین اسلام میں کوئی بدعت اچھی سمجھ کر ایجاد کی، تو گویا اس نے یہ سوچا کہ نبی کریم ﷺ نے تبلیغ رسالت میں خیانت کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿**اليوم أكملت لكم دينكم**﴾ (۱)۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کی تکمیل کر دی۔

چنانچہ جو چیز اس وقت (عہد رسالت میں) دین نہ تھی آج دین نہیں بن سکتی''(۲)۔

(۵) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سنت کے اصول ہمارے نزدیک صحابۂ کرام کے عقیدہ ومنہج کو لازم پکڑنا، بدعات سے اجتناب کرنا کہ ہر بدعت گمراہی ہے، جھگڑے اور بے جا مباحثات سے دور رہنا اور اہل بدعت کی ہم نشینی سے احتراز کرنا، نیز دین میں اختلافات اور جنگ وجدال سے بچنا ہے''(۳)۔

---

(۱) سورۃ المائدۃ: ۳۔

(۲) الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۶۵۔

(۳) شرح أصول اعتقاد اھل السنة والجماعة، از لالکائی، ۱/۱۷۶۔

خامساً: بدعات درج ذیل وجوہات کی بنا پر مذموم ہیں:

۱- تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ وحی الٰہی کے بغیر انسانی عقلیں اپنی مصلحتوں کا ادراک نہیں کرسکتیں، اور بدعات کی ایجاد اس مصلحت کے منافی ہے۔

۲- شریعت اسلامیہ کامل ومکمل ہے، اس میں کسی قسم کی کمی وبیشی کی کوئی گنجائش نہیں۔

۳- بدعتی شریعت اسلامیہ کا معاند اور اس کا مخالف ہوتا ہے۔

۴- بدعتی خواہش پرست ہوتا ہے، کیونکہ عقل اگر پابند سنت نہ ہو تو خواہش پرستی کے سوا اس کے لئے کوئی چارہ نہیں۔

۵- بدعتی اپنے آپ کو شارع کے مرتبہ میں سمجھتا ہے، کیونکہ شارع ہی نے شریعت بنائی ہے اور اہل ایمان کو اس کے مطابق عمل کرنے کا مکلّف بنایا ہے(۱)۔

چوتھا مطلب: بدعات کے اسباب:

بدعات کے پنپنے، پھیلنے کے مختلف اسباب ہیں، چند اسباب درج ذیل ہیں: (۲)۔

(۱) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبیؒ، ۱/ ۶۱-۷۰۔

(۲) ان میں سے اکثر اسباب کے لئے دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبیؒ، ۱/ ۲۸۷-۳۶۵۔

۱- **جہالت:** اور یہ سب سے بڑی بَلا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولا تقف ما ليس لک به علم إن السمع والبصر والفؤاد كل أولئک كان عنه مسئولا﴾ (۱)۔

اور جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو، کیونکہ کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿قل إنما حرم ربي الفواحش ما ظهر منها وما بطن والإثم والبغي بغير الحق وأن تشركوا بالله ما لم ينزل به سلطاناً وأن تقولوا على الله ما لاتعلمون﴾ (۲)۔

آپ فرمائیے کہ میرے رب نے خفیہ وعلانیہ فواحش، ہر طرح کے گناہ اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو حرام قرار دیا ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نہیں نازل کی، اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمہ ایسی بات لگا دو جس کو تم

(۱) سورۃ الاسراء: ۳۶۔

(۲) سورۃ الأعراف: ۳۳۔

نہیں جانتے۔

نیز عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"إن الله لا ينتزع العلم من الناس انتزاعاً، ولكن يقبض العلماء فيرفع العلم معهم، ويبقي في الناس رؤوساً جهالاً يفتون بغير علم فيَضِلون ويُضِلون" (۱)۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان سے علم یونہی کھینچ کر نہ لے لے گا، بلکہ علماء کو وفات دے کر اٹھا لے گا تو ان کے ساتھ علم بھی اُٹھ جائے گا، اور لوگوں میں صرف جاہل رووساء کو باقی چھوڑے گا، جو بغیر علم کے فتوے دیں گے، تو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

۲- خواہشاتِ نفس کی اتباع: یہ بھی لوگوں کو بدعات اور خواہش پرستی میں ڈالنے والے خطرناک اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

---

(۱) متفق علیہ: البخاری، کتاب الإعتصام بالکتاب والسنۃ، باب مایذکر من ذم الرأي وتکلف القیاس، ۸/ ۱۸۷، حدیث نمبر (۷۳۰۷)، ومسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضہ وظھور الجھل والفتن آخر الزمان، ۴/ ۲۰۵۸، حدیث نمبر (۲۶۷۳)۔

ارشاد باری ہے:

﴿يا داود إنا جعلناك خليفةً في الأرض فاحكم بين الناس بالحق ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله إن الذين يضلون عن سبيل الله لهم عذاب شديد بما نسوا يوم الحساب﴾ (۱)۔

اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا تو تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو، اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی، یقیناً جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔

اور ارشاد ہے:

﴿ولا تتبع من أغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه وكان أمره فرطاً﴾ (۲)۔

---

(۱) سورۃ ص: ۲۶۔

(۲) سورۃ الکھف: ۲۸۔ سورۃ الجاثیۃ: ۲۳۔

اور آپ اس کی اطاعت نہ کیجئے جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے، اور وہ اپنے خواہشات نفسانی کا پیرو ہے، اور اس کا کام حد سے گزر چکا ہے۔

اور فرمایا:

﴿أفرأيت من اتخذ إلهه هواه وأضله الله على علم وختم على سمعه وقلبه وجعل على بصره غشاوة فمن يهديه من بعد الله أفلا تذكرون﴾(۱)۔

کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے، اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے سوا کون ہدایت دے سکتا ہے، کیا اب بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے !!۔

اور فرمایا:

(۱) سورۃ الجاثیۃ: ۲۳۔

﴿ومن أضل ممن اتبع هواه بغير هدى من الله﴾(۱)۔

اور اس سے بڑا گمراہ اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہو۔

اور فرمایا:

﴿إن يتبعون إلا الظن وما تهوى الأنفس ولقد جاءهم من ربهم الهدى﴾(۲)۔

یہ لوگ تو صرف اٹکل پچو اور اپنی خواہش نفس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور یقیناً ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔

۳- **شبہات میں پڑنا**: اہل بدعت شبہات میں پڑنے کے سبب بھی بدعات کے شکار ہوتے ہیں، اللہ کا ارشاد ہے:

﴿هو الذي أنزل عليك الكتاب منه آيات محكمات هن أم الكتاب وأخر متشابهات فأما الذين في قلوبهم

(۱) سورۃ القصص: ۵۰۔

(۲) سورۃ النجم: ۲۳۔

زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تأويله وما يعلم تأويله إلا الله والراسخون في العلم يقولون آمنا به كل من عند ربنا وما يذكر إلا أولو الألباب﴾(۱)۔

وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے تم پر کتاب نازل فرمائی، جس میں واضح مستحکم آیتیں ہیں، جو اصل کتاب ہیں، اور بعض متشابہ آیتیں ہیں، تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے، حالانکہ ان کے حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، اور پختہ اور مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لا چکے، ساری آیتیں ہمارے رب ہی کی طرف سے ہیں، اور نصیحت تو صرف عقل والے ہی حاصل کرتے ہیں۔

۴- **نری عقل پر اعتماد کرنا:** چنانچہ جو شخص قرآن وسنت یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو چھوڑ کر صرف عقل پر اعتماد کرتا ہے وہ گمراہی کے دلدل میں جا پھنستا ہے، ارشاد باری ہے:

---

(۱) سورۃ آل عمران:۷۔

﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا واتقوا الله إن الله شديد العقاب﴾(۱)۔

اور تمہیں جو کچھ رسول دیں اسے لے لو، اور جس سے روکیں رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمراً أن يكون لهم الخيرة من أمرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالاً مبيناً﴾(۲)۔

اور کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، یاد رکھو! اللہ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔

۵- **تقلید اور تعصب:** کیونکہ اکثر اہل بدعت اپنے آباء واجداد اور پیران

---

(۱) سورۃ الحشر:۷۔

(۲) سورۃ الاحزاب:۳۶۔

ومشائخ کی تقلید کرتے ہیں، اور ان کے مذاہب کا تعصب کرتے ہیں، (ایسے لوگوں کے سلسلہ میں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وإذا قيل لهم اتبعوا ما أنزل الله قالوا بل نتبع ما ألفينا عليه آباء نا﴾ (۱)۔

اور ان سے جب بھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔

اور فرمایا:

﴿بل قالوا إنا وجدنا آباء نا على أمة وإنا على آثارهم مهتدون﴾ (۲)۔

بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک مذہب پر پایا اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل کر راہ یافتہ ہیں۔

اہل بدعت کے لئے ان کے اعمال مزین وآراستہ کردیئے گئے ہیں،

(۱) سورۃ البقرۃ:۱۷۰۔

(۲) سورۃ الزخرف:۲۲۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أفمن زين له سوء عمله فرآه حسناً فإن الله يضل من يشاء ويهدي من يشاء فلا تذهب نفسك عليهم حسراتٍ إن الله عليم بما يصنعون﴾ (۱)۔

تو کیا وہ شخص جس کے لئے اس کے بُرے اعمال خوشنما کردیئے گئے ہیں تو وہ انہیں اچھا سمجھتا ہے! یقیناً اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے، اور جسے چاہے راہ راست دکھاتا ہے، تو (اے پیغمبر!) آپ کو ان پر غم کھا کھا کر اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالنی چاہئے، یہ جو کچھ کررہے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہے۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اہل بدعت اور نفس پرستوں کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا:

﴿يوم تقلب وجوههم في النار يقولون يا ليتنا أطعنا الله وأطعنا الرسول، وقالوا ربنا إنا أطعنا سادتنا وكبراء نا فأضلونا السبيلا، ربنا آتهم ضعفين من العذاب والعنهم

(۱) سورۃ فاطر:۸۔

لعناً کبیراً﴾(۱)۔

اس دن ان کے چہرے جہنم میں اُلٹ پلٹ کئے جائیں گے (حسرت وافسوس سے) کہیں گے کہ کاش ہم اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت کئے ہوتے، اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی باتیں مانی جنھوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا، پروردگار! تو انہیں دُگنا عذاب دے اور ان پر خوب لعنت نازل فرما۔

۶- بُرے لوگوں کی ہم نشینی اور ان سے میل جول: بدعتوں میں پڑنے اور لوگوں میں بدعات کی ترویج اور نشر واشاعت کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اہل سوء کی ہم نشینی اختیار کرنے والا ندامت کا شکار ہوتا ہے، ارشاد ہے:

﴿ویوم یعض الظالم علی یدہ یقول یا لیتني اتخذت مع الرسول سبیلاً، یا ویلتی لیتني لم أتخذ فلاناً خلیلاً، لقد أضلني عن الذکر بعد إذ جاء ني وکان الشیطان للانسان

(۱) سورۃ الاحزاب:۶۶ تا۶۸۔

خذولاً﴾(۱)۔

اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھ کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش کہ میں نے رسول ﷺ کی راہ اختیار کی ہوتی، ہائے افسوس کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا، اس نے تو مجھے میرے پاس نصیحت آجانے کے بعد گمراہ کر دیا، اور شیطان تو انسان کو دغا دینے والا ہے۔

﴿وإذا رأیت الذین یخوضون في آیاتنا فأعرض عنهم حتی یخوضوا في حدیث غیرہ و إما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین﴾(۲)۔

اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی کررہے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالموں کے ساتھ مت بیٹھیں۔

(۱) سورۃ الفرقان:۲۷ تا۲۹۔

(۲) سورۃ الانعام:۶۸۔

نیز فرمایا:

﴿وقد نزل عليكم في الكتاب أن إذا سمعتم آيات الله يكفر بها ويستهزأ بها فلاتقعدوا معهم حتى يخوضوا في حديث غيره إنكم إذاً مثلهم إن الله جامع المنافقين والكافرين في جهنم جميعاً﴾(۱)۔

اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں، ورنہ تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إنما مثل الجليس الصالح و الجليس السوء كحامل المسك ونافخ الكير، فحامل المسك إما أن يحذيك وإما أن تبتاع منه، وإما أن تجد منه ريحاً طيبةً، ونافخ الكير إما أن

(۱) سورۃ النساء: ۱۴۰۔

يحرق ثيابك وإما أن تجد ريحاً خبيثةً" (۱)۔

نیک ہم نشین اور بُرے ہم نشین کی مثال مشک فروش اور آگ کی بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے، تو مشک فروش یا تو تم کو مشک ہدیہ میں دیدے گا یا تم اس سے خرید لوگے، یا کم از کم تمہیں اس سے پاکیزہ خوشبو ضرور ملے گی، اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا یا کم از کم تمہیں اس سے گندی بو ملے گی۔

۷- **علماء کی خاموشی اور کتمان علم:** یہ بھی لوگوں میں بدعات اور فساد کے پھیلنے کا ایک سبب ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين يكتمون ما أنزلنا من البينات والهدى من بعد ما بيناه للناس في الكتاب أولئك يلعنهم الله ويلعنهم اللاعنون، إلا الذين تابوا وأصلحوا وبينوا فأولئك أتوب عليهم وأنا التواب الرحيم﴾(۲)۔

(۱) متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب السمک، ۶/ ۲۸۷، حدیث (۵۵۳۴)، ومسلم، کتاب البر والصلۃ، باب استحباب مجالسۃ الصالحین...۴/ ۲۰۲۶، حدیث (۲۶۲۸)، بروایت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۱۵۹، ۱۶۰۔

جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کر چکے ہیں' ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے، مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور بیان کردیں تو میں ان کی توبہ قبول کرلیتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا اور رحم وکرم کرنے والا ہوں۔

اور فرمایا:

﴿إن الذين يكتمون ما أنزل الله من الكتاب ويشترون به ثمناً قليلاً أولئک ما يأكلون في بطونهم إلا النار ولا يكلمهم الله يوم القيامة ولا يزكيهم ولهم عذاب أليم﴾(۱)۔

بیشک جولوگ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب چھپاتے ہیں، اور اسے تھوڑی سی قیمت پر بیچتے ہیں' یقین مانو کہ یہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بات بھی نہ کرے گا' نہ انہیں پاک کرے گا، بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(۱) سورۃ البقرۃ:۱۷۴۔

نیز فرمایا:

﴿وإذ أخذ الله ميثاق الذين أوتوا الكتاب لتبيننه للناس ولا تكتمونه فنبذوه وراء ظهورهم واشتروا به ثمناً قليلاً فبئس ما يشترون﴾(۱)۔

اور اللہ تعالیٰ نے جب اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے ضرور بیان کروگے اور اسے چھپاؤ گے نہیں' پھر بھی ان لوگوں نے اس عہد کو اپنے پس پشت ڈال دیا اور اسے بہت کم قیمت پر بیچ ڈالا، تو کتنا بدترین ہے ان کا یہ سودا؟۔

اللہ تعالیٰ نے اس امت کی ایک جماعت پر دعوت الی اللہ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو واجب قرار دیا ہے فرمایا:

﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئک هم المفلحون﴾(۲)۔

(۱) سورۃ آل عمران:۱۸۷۔

(۲) سورۃ آل عمران:۱۰۴۔

تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

”من رأي منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان“ (۱)۔

تم میں سے جو کوئی منکر امر دیکھے تو اسے چاہئے کہ اسے اپنے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے روک دے، اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اپنے دل میں اسے بُرا سمجھے، اور یہ ایمان کا سب سے کمتر درجہ ہے۔

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر“ ان درجات ومراتب کے مطابق ہر شخص پر فرض ہے۔

(۱) مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون النھي عن المنکر من الإیمان وأن الإیمان یزید وینقص وأن الأمر بالمعروف والنھي عن المنکر واجبان، ۱/ ۶۹، حدیث نمبر (۴۹)۔

اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”ما من نبي بعثه الله في أمة قبلي إلا كان له من أمته حواريون وأصحاب، يأخذون بسنته ويقتدون بأمره ثم إنها تخلف من بعدهم خلوف يقولون ما لا يفعلون ويفعلون ما لا يؤمرون، من جاهدهم بيده فهو مؤمن، ومن جاهدهم بلسانه فهو مؤمن، ومن جاهدهم بقلبه فهو مؤمن، وليس وراء ذلك من الإيمان حبة خردل“(۱)۔

مجھ سے پہلے جس کسی امت میں کوئی نبی مبعوث ہوا، اس امت میں اس کے کچھ حواری (اعوان وانصار) اور ساتھی ہوتے تھے، جو اس کی سنت کی پیروی اور اس کے حکم کی بجا آوری کرتے تھے، پھر ان کے بعد کچھ ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جو وہ کہتے تھے کرتے نہ تھے، اور ایسی چیزیں کرتے تھے جس کا انہیں حکم نہیں دیا جاتا تھا، تو جو ان سے

(۱) صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون النھي عن المنکر من الإیمان، ۱/ ۷۰، حدیث نمبر (۵۰)۔

اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے، اور جوان سے اپنی زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے، اور جوان سے اپنے دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے، اور اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان باقی نہیں رہتا۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"مـن سئل عن علم يعلمه فكتمه أُلجِمَ يوم القيامة بلجامٍ من نارٍ"(۱)۔

جس شخص سے کوئی علم دریافت کیا گیا جسے وہ جانتا ہے اور اس نے اسے چھپالیا، تو اسے قیامت کے روز آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

۸- کافروں کی مشابہت اور ان کی تقلید: مسلمانوں کے درمیان بدعات کے جنم دینے میں اس چیز کا ایک نمایاں رول ہے، اس کی دلیل ابوواقد لیثی

(۱) جامع ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء في كتمان العلم، ۵/۲۹، حدیث نمبر (۲۶۴۹)، وابوداود، کتاب العلم، باب کراھیۃ منع العلم، ۳/۳۲۱، حدیث نمبر (۳۶۵۸)، وابن ماجہ، المقدمۃ، باب من سئل عن علمہ فکتمہ، ۱/۹۸، حدیث نمبر (۲۶۶)، ومسند احمد، ۲/۲۶۳، ۳۰۵، علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن الترمذی (۲/۳۳۶) اور صحیح سنن ابن ماجہ (۱/۴۹) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں: "ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حنین کی طرف جارہے تھے، اور ابھی ہمارے کفر کا زمانہ قریب ہی گذرا تھا، فتح مکہ کے روز ہی مسلمان ہوئے تھے، فرماتے ہیں کہ ہمارا گذر ایک درخت سے ہوا تو ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! جس طرح مشرکین کا ذات انواط ہے اسی طرح ہمارے لئے بھی ایک ذات انواط مقرر فرمادیجئے، (ذات انواط، دراصل ایک بیری کا درخت تھا جس کے پاس مشرکین عبادت کی خاطر بیٹھتے تھے، اور حصول تبرک کے لئے اپنے ہتھیار وغیرہ بھی اس میں لٹکایا کرتے تھے) تو جب ہم نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے کہی تو آپ نے فرمایا: "اللہ اکبر! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم نے وہی بات کہی ہے جو بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ:

﴿اجـعـل لـنـا إلٰهـا كـمـا لهـم آلهة قال إنكم قوم تجهلون﴾(۱)۔

ہمارے لئے بھی ایک ایسا ہی معبود مقرر فرمادیجئے جیسے ان کے یہ معبود ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: واقعی تم لوگ بڑے نادان ہو۔

(۱) سورۃ الاعراف: ۱۳۸۔

”لتركبن سنن من كان قبلكم“(۱)۔

تم لوگ ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے راستے کی پیروی کروگے۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے اس بدترین مطالبہ کا اصل محرک کفار کی مشابہت ہی تھی، اسی طرح صحابۂ کرامؓ کا اللہ کے علاوہ سے تبرک حاصل کرنے کی خاطر نبی کریم ﷺ سے ایک درخت مقرر فرمانے کے مطالبہ کا سبب بھی کفار کی مشابہت ہی تھی، اور یہی حال آج مسلمانوں کی اکثریت کا بھی ہے کہ انہوں نے بدعات وشرکیات کے عمل میں کفار کی مشابہت اختیار کی ہے، جس کے مظاہر تقریباتِ پیدائش، جنازوں کی بدعات، اور قبروں پر عمارت کی تعمیر وغیرہ کی شکل میں موجود ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ گذشتہ قوموں کی راہیں اپنانا بدعات وخواہشات کا ایک

(۱) اس حدیث کی تخریج بایں الفاظ امام ابو عاصم کی کتاب السنۃ میں کی ہے، ۱/۳۷، حدیث نمبر (۷۶)، علامہ البانیؒ نے اس حدیث کی سند کو ”ظلال الجنۃ في تخریج السنۃ“ میں (جو کتاب السنۃ کے ساتھ ہی شائع ہوئی ہے) حسن قرار دیا ہے، ۱/۳۷، وجامع ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء لتركبن سنن من كان قبلكم، ۴/۴۷۵، حدیث نمبر (۲۱۸۰)، امام ترمذیؒ نے حدیث پر حکم لگاتے ہوئے فرمایا ہے کہ ”حدیث حسن صحیح ہے“، نیز دیکھئے: النھج السدید في تخریج احادیث تیسیر العزیز الحمید، از جاسم بن فہید الدوسری، ص: ۶۴، ۶۵۔

دروازہ ہے“(۱)۔

اس بات کی مزید وضاحت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”لتتبعن سنن من كان قبلكم شبراً بشبرٍ، وذراعاً بذراعٍ، حتى لو دخلوا في جحر ضبٍ لاتبعتموهم“۔

تم لوگ ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے راستوں کی پیروی کروگے، ایک ایک بالشت، اور ایک ایک گز، حتیٰ کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے، تو تم اس میں بھی ان کی اتباع کروگے“۔ ہم نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ!”کیا یہود ونصاریٰ کی راہوں کی؟“ آپ ﷺ نے فرمایا:”فمن؟“ تو اور کس کی؟“(۲)۔

(۱) دیکھئے: تنبیہ اولی الأبصار إلی کمال الدین ومافي البدع من اخطار، از ڈاکٹر صالح سحیمی، ص: ۱۴۷، ورسائل ودراسات في الأھواء والافتراق والبدع وموقف السلف منھا، از ڈاکٹر ناصر العقل، ۲/۱۷۰، نیز کتاب التوحید، از ڈاکٹر صالح الفوزان، ص: ۸۷۔

(۲) متفق علیہ: البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب قول النبي ﷺ: ”لتتبعن ==

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "السنن" کے معنی راستے کے ہیں، اور بالشت، گز، اور گوہ کے سوراخ سے گناہوں اور دیگر بے راہ روی کے کاموں میں شدتِ یکسانیت اور موافقت کی مثال مقصود ہے، نہ کہ کفر میں، اور یہ نبی کریم ﷺ کا ایک کھلا معجزہ ہے، کیونکہ آپ کی یہ پیشین گوئی حرفاً حرفاً ثابت ہوئی" (۱)۔

معلوم ہوا کہ بالشت، گز، اور گوہ کے سوراخ میں داخل ہونے سے دراصل ہر اس شے میں اتباع کرنے کی مثال مقصود ہے جس سے شریعت میں روکا گیا ہے، اور وہ شریعت کی نگاہ میں مذموم ہے (۲)۔

اور نبی کریم ﷺ نے غیر مسلموں کی مشابہت سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"بعثت بين يدي الساعة بالسيف حتى يعبد الله وحده لا

== سنن من كان قبلكم"، ۸/۱۹۱، حدیث نمبر (۷۳۲۰)، ومسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیھود والنصاری، ۴/۲۰۵۴، حدیث نمبر (۲۶۶۹)۔

(۱) صحیح مسلم بشرح امام نووی: ۱۶/۴۶۰۔

(۲) دیکھئے: فتح الباری، از امام حافظ ابن حجر، ۱۳/۳۰۱۔

شريك له، وجعل رزقي تحت ظل رمحي، وجعل الذل والصغار على من خالف أمري، ومن تشبه بقومٍ فهو منهم" (۱)۔

قیامت سے پہلے پہلے میں تلوار کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں تاکہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی کی عبادت و پرستش نہ ہو، میری روزی میرے نیزے کے سائے میں رکھی گئی ہے، اور ذلت وخواری اس شخص کا مقدر بنادی گئی ہے جس نے میرے حکم کی مخالفت کی، اور جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں شمار ہوگا۔

۹- ضعیف وموضوع حدیثوں پر اعتماد: ضعیف وبے اصل حدیثوں پر اعتماد بھی ان اسباب میں سے ہے جن سے بدعات کی نشر واشاعت ہوتی ہے، چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ اکثر اہل بدعت ضعیف، بے سروپا، موضوع، جھوٹی اور ان احادیث پر اعتماد کرتے ہیں جنھیں محدثین نے درجۂ قبولیت سے خارج قرار دیا ہے، اور دوسری طرف ان صحیح احادیث کو پس پشت ڈال

(۱) مسند احمد بن حنبل، ۲/۵۰، ۹۲، علامہ احمد محمد شاکر نے مسند احمد کی شرح میں اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: (حدیث نمبر، ۵۱۱۴ و۵۱۱۵ و۵۶۶۷) بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

دیتے ہیں جو ان کی بدعات کے آڑے آتی ہیں، جس کے نتیجہ میں ہلاکت وبربادی اور خسارہ ان کا مقدر بن جاتا ہے، ولاحول ولاقوۃ إلا باللہ(۱)۔

۱۰- غلو پسندی ومبالغہ آرائی: غلو، بدعات کے ظہور وانتشار کا سب سے بنیادی سبب ہے، اور یہی وہ سبب اصیل ہے جس سے انسانیت میں شرک جیسے سنگین جرم کا وجود ہوا، کیونکہ لوگ آدم علیہ السلام سے لیکر دس صدیوں تک خالص عقیدۂ توحید پر قائم تھے' شرک کا وجود نہ تھا، پھر اس کے بعد لوگوں نے صالحین (نیکوکار لوگ) سے عقیدتیں قائم کیں اور ان کے بارے میں اس حد تک غلو کیا کہ اللہ کے سوا ان کی عبادت کر بیٹھے، تو اللہ تعالیٰ نے دعوت توحید کی تجدید کے لئے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، اور یوں انبیاء ورسل علیہم السلام کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا(۲)۔

غلو کی مختلف قسمیں اور صورتیں ہیں، چنانچہ غلو شخصیتوں میں ہوتا ہے، مثلاً

(۱) دیکھئے: فتاوی ابن تیمیہؒ، ۲۲/ ۳۶۱-۳۶۳، والاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۲۷۸-۲۹۴، وتنبیہ اولی الأبصار.. از ڈاکٹر صالح سحیمی، ص: ۸۴۸، ورسائل ودراسات في الأهواء والافتراق.. از ڈاکٹر ناصر عبدالکریم العقل، ۲/ ۱۸۰۔

(۲) دیکھئے: البدایۃ والنھایۃ، از امام حافظ ابن کثیرؒ، ۱/ ۱۰۶۔

ائمہ واولیاء کی تقدیس اور انہیں ان کے مرتبوں سے اونچا اٹھانا، اور پھر رفتہ رفتہ ان کی عبادت تک پہنچ جانا وغیرہ، نیز دین میں غلو ہوتا ہے، مثلاً اللہ کی شریعت میں کسی چیز کا اضافہ کرنا، یا بے جا تشدد اور ناحق کسی کی تکفیر کرنا وغیرہ، اور غلو درحقیقت عقائد واعمال میں حد سے تجاوز کرنے کو کہا جاتا ہے، خواہ کسی چیز کی حد سے زیادہ تعریف ہو یا کسی چیز کی اس کے حق سے زیادہ مذمت(۱)۔

اللہ تعالیٰ نے غلو سے ڈرایا ہے، چنانچہ اہل کتاب سے فرمایا:

﴿يا أهل الكتاب لا تغلوا في دينكم﴾ (۲)۔

اے اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) اپنے دین میں غلو نہ کرو۔

اور نبی کریم ﷺ نے بھی دین میں غلو کرنے پر تنبیہ فرمائی ہے، چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إياكم والغلو في الدين، فإنما أهلك من كان قبلكم الغلو في الدين" (۳)۔

(۱) دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۱/ ۲۸۹۔

(۲) سورۃ النساء: ۱۷۱۔

(۳) سنن نسائی، کتاب المناسک، باب التقاط الحصی، ۵/ ۲۶۸، وابن ماجہ، کتاب المناسک ==

دین میں غلو کرنے سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو ہی نے ہلاک کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ دین میں غلو کرنا شرک وبدعات اور خواہشات کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے،(۱) اور دین میں غلو کی خطرناکی ہی کو محسوس کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے اپنے بارے میں مبالغہ آرائی پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

"لا تطروني كما أطرت النصارى عيسى ابن مريم فإنما أنا عبده، فقولوا:عبد الله ورسوله" (۲)۔

تم (حد سے زیادہ تعریفیں کرکے) مجھے حد سے آگے نہ بڑھانا جیسا کہ

== باب قدر حصى الرمي، ۲/ ۱۰۰۸، واحمد، ۱/ ۳۴۷، اس حدیث کی سند کو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے "اقتضاء الصراط المستقیم" (۱/ ۲۸۹) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۱) دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم، از شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، ۱/ ۲۸۹، والاعتصام، از امام شاطبیؒ، ۱/ ۳۲۹-۳۳۱، ورسائل ودراسات في الأهواء... از ڈاکٹر ناصر عبدالکریم العقل، ۱/ ۱۷۱، ۱۸۳، والغلو في الدين في حياة المسلمين المعاصرة، از ڈاکٹر عبدالرحمٰن ابن معلا اللويحق، ص: ۷۷-۸۱، والحكمة في الدعوة إلى الله عزوجل، از سعید بن علی القحطانی (مولف کتاب)، ص: ۳۷۹۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب الأنبياء، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿واذكر في الكتاب مريم ...﴾ ۴/ ۱۷۱، حدیث نمبر (۳۴۴۵)۔

نصاریٰ (عیسائیوں) نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو حد سے آگے بڑھا دیا تھا، میں اللہ کا بندہ ہوں، لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو۔

پانچواں مطلب: بدعت کی قسمیں:

مختلف اعتبار سے بدعت کی مختلف قسمیں ہیں، جن کی تفصیل مختصراً درج ذیل ہے:

پہلی قسم: بدعت حقیقی وبدعت اضافی:

۱- بدعت حقیقی: وہ بدعت ہے جس پر کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اجماع اور اہل علم کے کسی معتبر استدلال سے اجمالی یا تفصیلی طور پر کوئی بھی شرعی دلیل موجود نہ ہو، اسے بدعت اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ دین میں بلا کسی سابق مثال کے ایک نو ایجاد شئے ہے(۱)۔

مثال کے طور پر رہبانیت کے ذریعہ اللہ سے تقرب کا حصول، یعنی تمام انسانوں سے علیحدہ ہوکر، دنیا اور اس کی لذتوں سے کنارہ کش ہوکر پہاڑوں میں پناہ گیر ہوجانا، ایسا کرنے والوں کا یہ عمل ایک من مانی عبادت ہے جسے

(۱) الاعتصام، از امام شاطبی ۱/ ۳۶۷۔

انہوں نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے(۱)۔

دوسری مثال یوں ہے کہ اللہ کی عبادت کی خاطر اپنے اوپر اللہ کی پاکیزہ حلال چیزیں حرام قرار دے لینا(۲)، ان کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں ہیں(۳)۔

۲- بدعت اضافی: بدعت اضافی کے دو رُخ یا دو شابے ہیں:

۱- اس بدعت سے کچھ دلائل متعلق ہیں، لہٰذا اس پہلو سے وہ بدعت شمار نہ ہوگی۔

۲- اس بدعت سے بس اسی طرح دلائل متعلق ہیں جس طرح بدعت حقیقی سے، یعنی ایک اعتبار سے دلیل پر مبنیٰ ہونے کے سبب سنت، اور دوسرے اعتبار سے دلیل نہیں بلکہ شبہہ پر مبنیٰ ہونے کے سبب بدعت ہے، دونوں میں فرق بایں معنی ہے کہ اصل مسئلہ مبنیٰ بر دلیل ہے، لیکن کیفیات، احوال اور تفصیلات

---

(۱) دیکھئے: مصدر سابق، ۱/۳۷۰، وتفسیر القرآن العظیم، از حافظ ابن کثیرؒ، ۴/۳۱۶، وتیسیر الکریم الرحمٰن في تفسیر کلام المنان، از علامہ سعدیؒ، ص:۲۸۷۔

(۲) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبیؒ، ۱/۴۱۷۔

(۳) دیکھئے: مصدر سابق، ۱/۳۷۰-۴۴۵۔

کے اعتبار سے بے دلیل ہے، جبکہ مسئلہ کے لئے دلیل ناگزیر ہے، کیونکہ مسئلہ تعبدی ہے، عام حالات سے متعلق نہیں ہے(۱)۔

مثال کے طور پر لوگوں کا پنجوقتہ نمازوں کے بعد یا کسی بھی وقت اجتماعی طور پر بیک آواز ذکر کرنا، یا اسی طرح پنجوقتہ نمازوں کے بعد امام کا دعا کرنا، اور مقتدیوں کا آمین کہنا، تو ان مسائل پر غور کریں کہ ذکر تو مشروع ہے، لیکن ان مخصوص کیفیات پر ذکر کرنا غیر مشروع، بدعت اور خلاف سنت ہے(۲)۔

اسی طرح ماہ شعبان کی پندرہویں تاریخ کو دن میں خصوصیت کے ساتھ روزہ رکھنا اور رات میں خصوصیت کے ساتھ عبادت کرنا، نیز ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی رات میں ''صلاۃ الرغائب'' کا اہتمام کرنا وغیرہ بھی ہے۔

یہ ساری چیزیں بدعت ہیں، اور یہی بدعت اضافی ہے، کیونکہ صلاۃ، صوم وغیرہ دیگر عبادات اصلاً مشروع ہیں، لیکن انہیں کسی خاص وقت، خاص جگہ، یا کسی خاص کیفیت میں ادا کرنے سے ان میں بدعت داخل ہوجاتی ہے،

---

(۱) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبیؒ، ۱/۳۶۷، ۴۴۵۔

(۲) دیکھئے: مصدر سابق، ۱/۴۵۲، وتنبیہ اولی الأبصار إلی کمال الدین ومافي البدع من اخطار، از ڈاکٹر صالح سحیمی، ص:۹۶۔

کیونکہ زمان ومکان اور کیفیات کی یہ تفصیل کتاب وسنت سے ثابت نہیں، چنانچہ یہ ساری چیزیں بہ حیثیت اصل تو سنت ہیں لیکن غیر ثابت امور کے سبب بدعت میں داخل ہو جاتی ہیں (۱)۔

دوسری قسم: بدعت فعلی وبدعت ترکی:

۱- بدعت فعلی: بدعت کی تعریف میں شامل ہے، بدعت فعلی دین میں ایجاد کردہ وہ طریقہ ہے جو بظاہر شریعت کے مشابہ ہو، جس پر چل کر اللہ کی عبادت میں مبالغہ مقصود ہو (۲)۔

مثال کے طور پر اللہ کی شریعت میں کسی غیر مشروع امر کا اضافہ کردینا، جیسے کوئی شخص نماز میں ایک رکعت کا اضافہ کردے، یا دین میں ایسی چیز لا داخل کرے جو اس میں سے نہ ہو، یا کسی عبادت کو اسوۂ نبوی ﷺ کے خلاف کسی خاص کیفیت میں انجام دے، (۳) یا کسی مشروع عبادت کو کسی وقت کے

(۱) دیکھئے: اصول في البدع والسنن، از شیخ عدوی، ص: ۳۰، وتنبیہ اولی الأبصار إلی کمال الدین وما في البدع من اخطار، از صالح سحیمی، ص: ۹۶۔

(۲) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۵۰-۵۶۔

دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۳۶۷-۴۴۵، و تنبیہ اولی الأبصار.. از ڈاکٹر صالح سحیمی، ص: ۹۹، وحقیقۃ البدع واحکامھا، از سعید الغامدی، ۲/ ۳۷، واصول في البدع والسنن، از شیخ عدوی، ص: ۷۰، وعلم اصول البدع، از علی بن حسن الأثری، ص: ۱۰۷۔

ساتھ خاص کردے جسے شریعت نے خاص نہ کیا ہو، جیسے، خصوصیت کے ساتھ پندرہویں شعبان کے دن روزہ رکھے اور رات میں عبادت کرے (۱)۔

۲- بدعت تَرکی (کسی چیز کو بلا دلیل ترک کردینے کی بدعت): بدعت کی یہ قسم بھی بدعت کی تعریف کے عموم میں داخل ہے کہ یہ "دین میں ایک نوایجاد طریقہ ہے" (۲)، چنانچہ کسی چیز کو بلا دلیل چھوڑنے سے بھی بدعت کا وقوع ہوجاتا ہے، خواہ اسے حرام سمجھا جائے یا نہ سمجھا جائے، کیونکہ کسی چیز کو جو شرعاً حلال اور جائز ہے، اگر انسان اسے اپنے اوپر حرام کرلے یا قصداً ترک کردے تو اس کا یہ ترک کرنا دو صورتوں سے خالی نہ ہوگا، یا تو اس کا کوئی شرعی جواز ہوگا، یا اس کے برعکس، اب اگر اس کا کوئی شرعی جواز ہے تو اسے ترک کرنے میں ادنیٰ حرج نہیں، کیونکہ یہ چیز تو شرعاً جائز اور مطلوب امر ہے، جیسے کوئی شخص کسی خاص قسم کے کھانے کو اس لئے ترک کردے کہ وہ کھانا اس کے جسم یا عقل یا دین کے لئے کسی بھی حیثیت سے ضرر رساں ہے، تو اس میں

(۱) دیکھئے: کتاب التوحید، از ڈاکٹر صالح الفوزان، ص: ۸۲۔

(۲) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۵۷۔

کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ تو ضرر رساں امور سے حفظان (بچاؤ) کے قبیل سے ہے، جس کی اصل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

"یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج، فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم یستطع فعلیه بالصوم؛ فإنه له وجاء" (۱)۔

اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جسے شادی کی طاقت ہو اسے چاہئے کہ شادی کرلے، کیونکہ وہ نگاہوں کو زیادہ پست کرنے والی اور شرمگاہ کی خوب حفاظت کرنے والی ہے، اور جسے شادی کی استطاعت نہ ہو، وہ روزہ رکھے، کیونکہ روزہ اس کے لئے گناہوں سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

اسی طرح اگر حرج والے کاموں سے بچنے کے لئے غیر حرج والے کاموں کو بھی ترک کردے تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں، کیونکہ یہ حرام میں وقوع کے

(۱) متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الصوم لمن خاف علی نفسہ العزبۃ، ۲/۲۸۰، حدیث نمبر (۱۹۰۵)، ومسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ إلیہ ووجد مؤنتہ، ۲/۱۰۱۸، حدیث نمبر (۱۴۰۰)، بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

خوف سے اور دین وآبرو کی حفاظت کی خاطر شبہات سے اجتناب کے قبیل سے ہے۔

اور اگر ترکِ عمل کسی اور غرض کے لئے ہو تو بھی دو صورتوں سے خالی نہیں، یا تو دینی نقطۂ نظر سے ہوگا، یا غیر دینی نقطۂ نظر سے، اب اگر غیر دینی نقطۂ نظر سے یونہی اس کا تارک ہے، تو اس کو حرام سمجھنا یا قصداً انجام نہ دینا لغو اور عبث کام ہے، لیکن اس صورت میں اسے بدعت کی عمومی تعریف میں شامل نہ ہونے کے سبب بدعت نہ کہا جائے گا، البتہ ان لوگوں کی تعریف کے مطابق ضرور کہا جائے گا جو عادات میں بھی بدعت کے قائل ہیں، البتہ پہلی تعریف کی روشنی میں یہ بدعت نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ ایک شےء کو ترک کرنے یا اس کی حرمت کا عقیدہ رکھنے کے سبب وہ شریعت کی خلاف ورزی کرنے والا شمار ہوگا، اور گناہ کا مستحق قرار پائے گا، اور خلاف ورزی کا گناہ عملِ متروک کے درجۂ وجوب واستحباب پر مبنیٰ ہوگا۔

ہاں اگر ترکِ عمل دینی نقطۂ نظر سے ہو تو وہ دین میں بدعت شمار ہوگا، چاہے عملِ متروک مباح ہو، یا واجب، اور خواہ اس کا تعلق عبادات سے ہو، یا معاملات سے، یا عادات سے، نیز قول سے ہو یا فعل سے، یا اعتقاد سے، اگر اس

کے ترک سے اللہ کی عبادت مقصود ہوگی تو ایسا کرنے سے وہ بدعتی شمار ہوگا(۱)۔

ایسے امور میں ترک عمل بدعت قرار پانے کی دلیل ان تین افراد کا واقعہ ہے جو آپ ﷺ کی عبادت کے متعلق دریافت کرنے کے لئے ازواج مطہرات کے گھر آئے تھے، اور جب انہیں بتایا گیا تو انہوں نے اپنے لئے اتنی عبادت کو بہت کم سمجھا، اور کہا: ''کہاں ہم اور کہاں نبی کریم ﷺ؟'' اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کردیئے ہیں، چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: ''میں تو ہمیشہ رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا'' دوسرے نے کہا: ''میں زندگی بھر روزہ رکھوں گا کبھی ناغہ نہ کروں گا''، تیسرے نے کہا: ''میں عورتوں سے الگ ہو جاؤں گا اور کبھی شادی ہی نہ کروں گا''، پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

"أنتم الذين قلتم كذا وكذا؟ أما والله إني لأخشاكم لله، وأتقاكم له؛ لكني:أصوم وأفطر، وأصلي وأرقد، وأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتي فليس مني"(۲)۔

(۱) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبیؒ، ۱/ ۵۸۔

(۲) متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب في النکاح، ۶/ ۱۴۲، حدیث نمبر ==

کیا تم ہی لوگوں نے ایسی ایسی بات کہی ہے؟ سن لو اللہ کی قسم میں تم لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں، اور تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہوں، لیکن اس کے باوجود میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور ناغہ بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، تو جس نے میرے طریقہ سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔

''سنة'' سے مراد یہاں طریقہ ہے، نہ کہ وہ سنت جو فرض کے بالمقابل استعمال کی جاتی ہے۔ اور ''رغب عن الشيء'' کے معنی کسی چیز سے اعراض کر کے دوسری طرف چلے جانے کے ہیں۔ اور ''فمن رغب عن سنتي...'' کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے میرے طریقہ کو چھوڑ کر میرے علاوہ کسی اور کا طریقہ اپنایا وہ مجھ سے نہیں(۱)۔

سابقہ گفتگو سے واضح ہوا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت فعلی اور

== (۵۰۶۳) و مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ إلیہ ووجد مؤنتہ، ۲/ ۱۰۲۰، حدیث نمبر (۱۴۰۱)، بروایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(۱) دیکھئے: فتح الباری شرح صحیح البخاری، از حافظ ابن حجر، ۹/ ۱۰۵۔

بدعت تَرکی، اسی طرح سنت کی بھی دو قسمیں ہیں، سنت فعلی اور سنت تَرکی۔

چنانچہ سنت رسول ﷺ جس طرح فعل سے ہوتی ہے اسی طرح ترک فعل سے بھی ہوتی ہے، کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ ﷺ کے ہر تعبدی عمل میں آپ کی اتباع کا مکلّف بنایا ہے بشرطیکہ آپ کی خصوصیات میں سے نہ ہو، اسی طرح ترک عمل میں بھی ہمیں آپ کی اتباع کا مکلّف بنایا ہے، لہٰذا فعل بھی سنت ہے اور ترک فعل بھی، اور جس طرح آپ ﷺ کے کئے ہوئے کو چھوڑ کر ہم اللہ کی قربت حاصل نہیں کر سکتے، اسی طرح آپ کے چھوڑے ہوئے کو انجام دیکر بھی اللہ کی قربت حاصل نہیں کر سکتے، لہٰذا جسے آپ نے ترک کیا ہے اسے انجام دینے والا ایسے ہی ہے جیسے آپ کے کئے ہوئے کو ترک کر دینے والا، دونوں میں کوئی فرق نہیں (۱)۔

---

(۱) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی ۱/ ۵۷-۶۰، و ۴۷۹، ۴۸۵، ۴۹۸، والأمر بالاتباع والنھي عن الابتداع، از امام جلال الدین سیوطی، ص: ۲۰۵، واصول في البدع والسنن، از شیخ محمد احمد عدوی، ص: ۷۰، وحقیقۃ البدع واحکامھا، از سعید الغامدی، ۲/ ۳۷-۵۸، وتنبیہ اولی الأبصار إلی کمال الدین ومافي البدع من اخطار، از صالح سحیمی، ص: ۹۷، وعلم اصول البدع، از علی بن حسن الأثری، ص: ۱۰۷، وتحذیر المسلمین عن الابتداع والبدع في الدین، از شیخ احمد بن حجر آل بوطامی، ص: ۸۳۔

تیسری قسم: بدعت قولی اعتقادی اور بدعت عملی:

۱- بدعت قولی اعتقادی: بدعت قولی اعتقادی جیسے جہمیہ، معتزلہ، رافضہ اور دیگر گمراہ فرقوں کے اقوال اور ان کے عقائد وغیرہ، نیز انہی میں وہ فرقے بھی شامل ہیں جو موجودہ زمانہ کی پیداوار ہیں، جیسے قادیانیت، بہائیت، اور باطنیہ کے تمام فرقے جیسے اسماعیلیہ، نصیریہ، دروز اور رافضہ وغیرہ۔

۲- بدعت عملی: بدعت عملی کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

☆ وہ بدعت جو اصلِ عبادت میں ہو، جیسے کوئی ایسی عبادت ایجاد کرے جس کی شریعت میں کوئی اصل ہی نہ ہو، مثلاً کوئی غیر مشروع صلاۃ یا غیر مشروع صیام یا عید میلاد کی طرح کوئی غیر مشروع عید ایجاد کرے، وغیرہ۔

☆ وہ بدعت جو کسی مشروع عبادت پر اضافہ اور زیادتی کی شکل میں ہو، مثال کے طور پر ظہر یا عصر کی صلاۃ میں پانچویں رکعت کا اضافہ کر دے، وغیرہ۔

☆ وہ بدعت جو کسی مشروع عبادت کی ادائیگی کے طریقہ میں ہو، مثلاً کوئی شخص کسی مشروع عبادت کو غیر شرعی طریقہ سے ادا کرے، جیسے مشروع اذکار کو اجتماعی آواز میں گا گا کر پڑھنا، اسی طرح عبادات میں اپنے آپ پر

بے جا سختی کرنا کہ سنت کی حد سے خارج ہو جائے۔

☆ وہ بدعت جو کسی مشروع عبادت کو کسی خاص وقت میں ادا کرنے کی شکل میں ہو، جس کی شریعت میں کوئی تخصیص نہ ہو، مثال کے طور پر شعبان کے پندرہویں دن کو روزہ اور اس کی شب کو قیام کے لئے خاص کر لینا، کہ اصل صیام وقیام تو مشروع ہے لیکن کسی وقت کی تخصیص کے لئے دلیل درکار ہے(۱) ۔

چھٹا مطلب: دین میں بدعت کا حکم:

اس میں کوئی شک نہیں کہ دین اسلام میں ایجاد کی جانے والی ہر بدعت گمراہی ہے اور حرام ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

" إياكم و محدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، و كل بدعة ضلالة "(۲)۔

(۱) دیکھئے: مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۱۸/ ۳۴۶، ۳۵-۴۱۴، وکتاب التوحید، از ڈاکٹر صالح الفوزان، ص:۸۱-۸۲، ومجلة الدعوة، شمارہ نمبر (۱۱۳۹)، ۹/ رمضان، ۱۴۰۸ھ، مقالہ از ڈاکٹر صالح الفوزان، بدعات کی قسمیں، وتنبیہ اولی الأبصار...، از ڈاکٹر صالح سحیمی، ص:۱۰۰۔

(۲) سنن أبوداؤد، ۴/ ۲۰۱، حدیث نمبر (۴۶۰۷)، وجامع الترمذی، ۵/۴۴، حدیث نمبر (۲۶۷۶)، مفصل تخریج ص: (۶۵) میں گذر چکی ہے۔

دین میں نئی نئی باتوں سے بچو، کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

نیز فرمایا:

"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌ "۔

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ بات مردود ہے۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردٌ " (۱)۔

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ عمل مردود ہے۔

مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام میں ہر نئی چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی اور نا قابل قبول ہے، عبادات میں ہر بدعت حرام ہے، لیکن بدعت کی نوعیت کے اعتبار سے اس کی حرمت کا حکم بھی مختلف ہوتا ہے چنانچہ:

(۱) متفق علیہ: صحیح البخاری، ۳/ ۲۲۲، حدیث نمبر (۲۶۹۷)، وصحیح مسلم، ۳/ ۱۳۴۳، حدیث نمبر (۱۷۱۸)، مفصل تخریج ص: (۵۲) میں گذر چکی ہے۔

☆ بعض بدعتیں کفر ہوتی ہیں: جیسے اہل قبور کے تقرب کی خاطر ان کی قبروں کا طواف کرنا' ذبائح اور قربانیاں پیش کرنا' نذریں ماننا' ان کی دہائی دینا' ان سے فریاد کرنا، اسی طرح غالی جہمیہ، معتزلہ اور رافضہ کے اقوال وغیرہ۔

☆ بعض بدعتیں شرک تک پہنچنے کا وسیلہ ہوتی ہیں: جیسے قبروں پر عمارتوں کی تعمیر، اور وہاں صلاۃ ادا کرنا' دعاء کرنا وغیرہ۔

☆ بعض بدعتیں معصیت ہوتی ہیں: جیسے، (تبتل) شادی نہ کرنے، دھوپ میں کھڑے رہ کر روزہ رکھنے، اور کسر شہوت کی خاطر خصی ہونے کی بدعتیں وغیرہ (۱)۔

امام شاطبی فرماتے ہیں کہ: ''بدعتی کا گناہ ہمیشہ یکساں نہیں ہوتا، بلکہ اس کے مختلف مراتب و درجات ہوتے ہیں، اور ان اختلافِ درجات کا سبب مندرجہ ذیل امور ہیں:

۱- بدعتی مدعی اجتہاد یا مقلد ہو۔

۲- بدعت کا وقوع بدیہی امور میں ہو، مثلاً دین' نفس' عزت وآبرو' عقل اور مال وغیرہ۔

(۱) دیکھئے: کتاب التوحید، از ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان، ص:۸۲۔

۳- بدعتی اپنی بدعت کو چھپا رہا ہو یا علانیہ انجام دے رہا ہو۔

۴- بدعتی اپنی بدعت کی طرف دوسروں کو بلا رہا ہو یا خاموش ہو۔

۵- بدعتی اہل سنت و جماعت سے بغاوت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔

۶- بدعت حقیقی ہے یا اضافی ہے۔

۷- بدعت واضح ہے یا غیر واضح ہے۔

۸- بدعت کفر ہے یا کفر نہیں ہے۔

۹- بدعتی اپنی بدعت پر مصر ہے یا مصر نہیں ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ مراتب و درجات اپنی خطرناکی کے اعتبار سے گناہ میں مختلف ہوتے ہیں'' (۱)، نیز وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ان مراتب میں سے بعض مراتب حرام اور ناپسندیدہ (مکروہ) ہیں، البتہ ضلالت و گمراہی کی صفت ان تمام اقسام میں مشترک اور لازم ہے'' (۲)، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ گناہ کے اعتبار سے بدعت کی تین قسمیں ہیں:

(۱) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبیؒ، ۱/ ۲۱۶-۲۲۴، نیز ۲/ ۵۱۵-۵۵۹

(۲) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۲/ ۵۳۰۔

۱- کفر بواح یعنی کھلا ہوا کفر(۱)۔

۲- گناہِ کبیرہ(۲)۔

۳- گناہ صغیرہ(۳)۔

البتہ بدعت کے گناہ صغیرہ ہونے کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:

پہلی شرط: بدعتی اس بدعت پر ہمیشگی نہ برتے، کیونکہ ایسا کرنے سے وہ صغیرہ اس کے حق میں کبیرہ بن جائے گا۔

دوسری شرط: اس کی دعوت نہ دے، کیونکہ کثرت عمل سے گناہ صغیرہ بھی کبیرہ ہوجاتا ہے۔

تیسری شرط: اسے لوگوں کی مجلس اور اس معاشرے میں انجام نہ دے جہاں سنتوں پر عمل ہوتا ہو۔

چوتھی شرط: بدعت کو معمولی اور حقیر نہ جانے، کیونکہ ایسا کرنا گناہ کو کمتر سمجھنا ہے، اور گناہ کو کمتر سمجھنے کا جرم گناہ سے بڑھ کر ہوتا ہے(۴)۔

---

(۱) دیکھئے: مصدر سابق،۲/۵۱۶۔

(۲) دیکھئے: مصدر سابق،۲/۵۱۷، نیز۲/۵۴۳-۵۴۴۔

(۳) دیکھئے: مصدر سابق،۲/۵۱۷، نیز۲/۵۳۹،۵۴۳-۵۵۰۔

(۴) دیکھئے: یہ شرطیں اوران کی شاندار شرح، الاعتصام، از امام شاطبی،۲/۵۵۱-۵۵۹۔

بدعت کی ان تینوں قسموں پر ضلالت (گمراہی) کا اطلاق ہوتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہر بدعت کو گمراہی قرار دیا ہے، جس میں بدعت مکفرہ اور بدعت مفسقہ سب شامل ہیں خواہ وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ(۱)۔

کچھ لوگوں نے احکام شریعت کی پانچ قسموں کی طرح بدعت کی بھی درج ذیل پانچ قسمیں کی ہیں:

۱- بدعت واجب ۲- بدعت حرام ۳- بدعت مستحب

۴- بدعت مکروہ ۵- بدعت مباح (جائز)۔

لیکن یہ تقسیم فرمان نبوی:

"فإن كل محدثةٍ بدعةٌ، و كل بدعةٍ ضلالةٌ"(۲)۔

بیشک ہر نئی چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ کے خلاف ہے۔

اسی بنیاد پر امام شاطبی رحمہ اللہ نے بدعت کی اس تقسیم اور صاحب تقسیم کا تذکرہ فرماتے ہوئے اس کی سخت تردید کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: "اور

---

(۱) دیکھئے: مصدر سابق،۲/۵۱۶۔

(۲) أبو داؤد،۴/۲۰۱، حدیث نمبر(۴۶۰۷)، وجامع الترمذی،۵/۴۴، حدیث نمبر(۲۶۷۶)، مفصل تخریج ص:(۶۵) میں گذر چکی ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہ تقسیم نو ایجاد ہے جس پر کوئی شرعی دلیل نہیں، بلکہ یہ تقسیم بذات خود غلط ہے کیونکہ بدعت کی حقیقت یہ ہے کہ اس پر کوئی شرعی دلیل نص سے یا قاعدۂ شرعیہ سے نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر اس کے واجب، یا مستحب یا جائز ہونے پر کوئی دلیل ہوتی تو وہ چیز بدعت ہی نہ کہلاتی، بلکہ وہ عمل ان اعمال کے ضمن میں شمار ہوتا جن کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے، یا جن میں مکلّف کو کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے، الغرض ایک طرف ان تمام چیزوں کا بدعت ہونا اور دوسری طرف ان کے واجب یا مندوب، یا مباح ہونے پر شرعی دلائل کا دلالت کرنا، دو باہم متعارض چیزوں کے جمع ہونے کے مترادف ہے، البتہ جہاں تک بدعت مکروہ اور بدعت حرام کا مسئلہ ہے تو یہ تو صرف اس کے بدعت ہونے کے پہلو سے قابل تسلیم ہے، کسی اور پہلو سے نہیں‘‘ (۱)۔

(۱) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۲۴۶۔

ساتواں مطلب:

قبروں کے پاس انجام دی جانے والی بدعات:

پہلی قسم: میت (مردے) سے حاجت براری کا سوال کرنا، ایسا کرنے والے بت پرستوں کے زمرہ میں شامل ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿قل ادعوا الذين زعمتم من دونه فلا يملكون كشف الضر عنكم ولا تحويلاً، أولئك الذين يدعون يبتغون إلى ربهم الوسيلة أيهم أقرب ويرجون رحمته ويخافون عذابه إن عذاب ربك كان محذوراً﴾(۱)۔

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو لیکن وہ کسی تکلیف کو نہ تو تم سے دور کر سکتے ہیں اور نہ ہی بدل سکتے ہیں، جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے، وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوف زدہ رہتے

(۱) سورۃ الاسراء: ۵۶، ۵۷۔

ہیں، بیشک تمہارے رب کا عذاب خوفناک ہے۔

چنانچہ کسی بھی نبی، یا ولی، یا صالح (نیکوکار) کو پکارنے والا، اوران میں الوہیت کا تصور رکھنے والا اس آیت کریمہ کے حکم میں شامل ہے، کیونکہ یہ آیت کریمہ ہراس شخص کو عام ہے جو اللہ کے سوا کسی کو پکارے، حالانکہ وہ پکاری جانے والی ذات خود اللہ کے وسیلہ کی متلاشی، اس کی رحمت سے پُر امید، اور اس کے عذاب سے خائف ہو، لہٰذا جس کسی نے کسی مردہ، یا غائب نبی یا صالح (نیکوکار) کو استغاثہ (فریادرسی) یا کسی اور لفظ سے پکارا، تو اُس نے اُس شرک اکبر کا ارتکاب کیا جسے اللہ تعالیٰ توبہ کے بغیر نہیں معاف کرسکتا۔ جس کسی نے کسی نبی، یا صالح کی ذات میں غلو کیا، یا اس میں کسی بھی قسم کی عبادت کا تصور کیا، مثلاً یہ کہا کہ ''اے میرے فلاں سردار میری مدد کیجئے'' یا ''میری اعانت کیجئے'' یا ''میری فریاد سنیئے'' یا ''مجھے روزی دیجئے'' یا ''میں آپ کی حفاظت میں ہوں'' وغیرہ، تو یہ ساری باتیں شرک باللہ اور ضلالت وگمراہی ہیں، اس کے مرتکب سے توبہ کروائی جائے گی، اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کردیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اسی لئے بھیجے ہیں اور کتابیں اسی لئے اتاری ہیں کہ دنیا میں صرف اسی کی عبادت کی جائے، اس کے ساتھ کسی

اور کو شریک نہ کیا جائے۔

دوسری قسم: میت کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا، یہ دین اسلام میں ایک نوایجاد بدعت ہے، البتہ یہ قسم پہلی قسم کی طرح نہیں ہے، کیونکہ یہ شرک اکبر تک نہیں پہنچتی، اور لوگ جو انبیاء وصالحین کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں: ''اے اللہ میں تجھ سے تیرے نبی، یا تیرے انبیاء، یا تیرے فرشتوں، یا تیرے نیک بندوں، یا شیخ فلاں کے حق یا اس کی حرمت کے وسیلہ سے، یا لوح وقلم کے واسطے سے تجھ سے دعا کرتا ہوں'' وغیرہ، تو یہ ساری باتیں بدترین قسم کی بدعات ہیں۔ سنت رسول ﷺ میں صرف اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات، اعمال صالحہ (جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں اہل غار کے واقعہ میں وارد ہے) اور زندہ حاضر مومن ومتقی کی دعا کا وسیلہ جائز ہے۔

تیسری قسم: کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ قبروں کے پاس دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں، یا مسجد میں دعا کرنے کی بہ نسبت وہاں دعا کرنا زیادہ افضل ہے، اور پھر اس غرض سے وہ قبروں کا قصد کرے، تو یہ ساری حرکتیں متفقہ طور پر حرام اور ناجائز ہیں، اس سلسلہ میں ائمہ اسلام میں کسی کا کوئی اختلاف ہمیں معلوم نہیں، چنانچہ یہ ایک ایسا عمل ہے جسے نہ تو اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہے نہ

اس کے رسول ﷺ نے، اور نہ ہی صحابۂ کرام، تابعین اور ائمہ اسلام میں سے کسی نے انجام دیا ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عہد رسالت کے بعد کئی مرتبہ قحط سالی سے دوچار ہوئے، مصائب کے شکار ہوئے لیکن کبھی بھی رسول ﷺ کی قبر کے پاس نہ آئے، بلکہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عباس (عم رسول) رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے اور ان سے طلبِ باراں کے لئے دعا کروائی، سلف صالحین قبروں کے پاس دعا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے، چنانچہ علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو رسول ﷺ کی قبر کے پاس موجود ایک شگاف میں داخل ہوکر دعا کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: کیا میں تمہیں ایک حدیث نہ سناؤں جسے میں نے اپنے والد' اپنے دادا کے واسطے سے اللہ کے رسول ﷺ سے سنی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”لا تجعلوا قبري عيداً، ولا تجعلوا بيوتكم قبوراً، وصلّوا علي وسلموا حيثما كنتم، فسيَبْلُغني سلامكم وصلاتكم“(۱)۔

(۱) فضل الصلاۃ علی النبي ﷺ، از امام اسماعیل قاضی، ص:۳۴، اور علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، اور اس کی بہت ساری سندیں ہیں جنھیں اپنی کتاب ''تحذیر الساجد...'' (ص:۱۴۰) میں ذکر کیا ہے۔

میری قبر کو عید (میلا ٹھیلا) نہ بناؤ، اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اور جہاں کہیں بھی رہو مجھ پر درود وسلام بھیجتے رہو کیونکہ تمہارا درود وسلام مجھے پہنچ جائے گا۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک سطح زمین پر پائی جانے والی تمام قبروں سے افضل ہے، اور اللہ کے رسول ﷺ نے اسے عید (میلا ٹھیلا) بنانے سے منع فرمایا ہے، تو دیگر قبروں کے پاس اس غرض سے جانا بدرجۂ اولیٰ حرام اور ممنوع ہوگا' خواہ وہ کسی کی قبر ہو(۱)۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لا تجعلوا بيوتكم قبوراً ولا تجعلوا قبري عيداً، وصلّوا علي فإن صلاتكم تَبْلُغُني حيث كنتم“(۲)۔

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اور میری قبر کو عید نہ بناؤ، اور مجھ پر درود بھیجتے رہو کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

(۱) الدرر السنية في الأجوبة النجدية، از عبد الرحمٰن بن قاسم، ۶/ ۱۶۵-۱۷۴۔

(۲) سنن أبو داؤد، (بلفظہ) کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور، ۲/ ۲۱۸، حدیث نمبر (۲۰۴۲) ومسند احمد، ۲/ ۳۶۷، علامہ البانی نے اپنی کتاب ''تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد'' (ص:۱۴۲) میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

آٹھواں مطلب: عصر حاضر کی بدعات:

دور حاضر میں پائی جانے والی بدعات بہت زیادہ ہیں، چند بدعات بطور مثال حسب ذیل ہیں:

۱- نبی کریم ﷺ کی یوم پیدائش کا جشن منانا:

یوم پیدائش کا جشن منانا ایک گھناؤنی قسم کی بدعت ہے، جسے سب سے پہلے چوتھی صدی ہجری میں عبیدیوں نے ایجاد کیا، اہل علم ہر زمانہ میں اس بدعت کے بطلان کی وضاحت اور اس کے موجد اور اس پر عمل کرنے والوں کی تردید کرتے رہے، چنانچہ مندرجہ ذیل دلائل و براہین کی روشنی میں کسی کی یوم ولادت کا جشن منانا جائز نہیں:

۱- یوم پیدائش کا جشن منانا دین اسلام میں ان نو ایجاد بدعات میں سے ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے مشروع نہیں فرمایا، نہ اپنے قول سے، نہ اپنے فعل سے اور نہ ہی اپنی تقریر سے، جب کہ آپ ﷺ ہی ہمارے رہبر اور امام ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا

واتقوا الله إن الله شديد العقاب﴾(۱)۔

جو کچھ رسول ﷺ تمہیں دیں اسے لے لو اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے باز آجاؤ۔

نیز ارشاد ہے:

﴿لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر وذكر الله كثيراً﴾(۲)۔

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ موجود ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے، اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔

نیز نبی رحمت ﷺ کا ارشاد ہے:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردٌّ" (۳)۔

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں وہ مردود ہے۔

---

(۱) سورۃ الحشر: ۷۔

(۲) سورۃ الأحزاب: ۲۱۔

(۳) اس حدیث کی تخریج ص: (۵۲) میں گزر چکی ہے۔

۲- رسول اللہ ﷺ، آپ کے خلفائے راشدین اور دیگر صحابۂ کرام نے آپ ﷺ کے یوم پیدائش کا جشن نہ منایا، اور نہ ہی اس کی دعوت دی، جب کہ وہ نبیٔ رحمت ﷺ کے بعد امت کے سب سے افضل لوگ تھے، خلفائے راشدین کی بابت رسول گرامی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدي، عضوا عليها بالنواجذ، وإياكم و محدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، و كل بدعة ضلالة " (۱)۔

میری سنت کو لازم پکڑو اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو، اسے دانتوں سے مضبوط جکڑ لو، اور دین میں نئی نئی باتوں سے بچو، کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

۳- یوم پیدائش کا جشن منانا جادۂ حق سے منحرف گمراہوں کا طور طریقہ ہے، کیونکہ سب سے پہلے عبیدیوں فاطمیوں (شیعوں کا ایک فرقہ) نے چوتھی صدی ہجری میں اس بدعت کو ایجاد کیا، یہ لوگ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سراسر جھوٹ منسوب ہیں، حقیقت میں یہ لوگ باختلاف اقوال یہودی یا مجوسی

---

(۱) اس حدیث کی تخریج ص (۶۵) میں گذر چکی ہے۔

(آتش پرست) یا دہریہ بددین لوگ تھے (۱)۔

ان کا سب سے پہلا بادشاہ المعزلدین اللہ عبیدی مغربی تھا، جو شوال ۳۶۱ھ میں مغرب سے مصر کی طرف نکلا، اور رمضان ۳۶۲ھ میں مصر پہنچا (۲)۔

تو کیا کسی صاحب فہم مسلمان کے لئے جائز ہے کہ اپنے نبی جناب محمد

---

(۱) دیکھئے: الإبداع في مضار الابتداع، از شیخ علی محفوظ، ص: ۲۵۱، والتبرک انواعه واحکامه، از ڈاکٹر ناصر بن عبد الرحمٰن الجدیع، ص: ۳۵۹-۳۷۳، وتنبیه اولی الأبصار إلی کمال الدین وما في البدع من اخطار، از ڈاکٹر صالح سحیمی، ص: ۲۳۲۔

(۲) دیکھئے: البدایة والنهایة، از امام حافظ ابن کثیر، ۱۱/۲۷۲-۲۷۳، ۳۴۵، ۱۲/ ۲۶۷-۲۶۸، و ۶/ ۲۳۲، و۱۲/ ۶۳، و ۱۱/ ۱۶۱، و۱۲/ ۱۳، و۱۲/ ۲۶۶، نیز دیکھئے: سیر اعلام النبلاء، از امام ذہبی، ۱۵/ ۱۵۹-۲۱۵۔

بتایا جاتا ہے کہ عبیدیوں کا سب سے آخری بادشاہ عاضد لدین اللہ تھا، جسے صلاح الدین ایوبی نے ۵۶۴ھ میں قتل کیا، امام ذہبی فرماتے ہیں: ''عاضد کا معاملہ صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں سرانجام پایا، یہاں تک کہ انھوں نے اسے نکال بھگایا اور بنوعباس کو بحال کیا، اور بنوعبید کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا، اور روافض کی حکومت کو کچل کر رکھ دیا، یہ چودہ لوگ تھے جو من مانی خلیفہ بن بیٹھے تھے۔ ''عاضد'' کے معنی ''کاٹنے والے'' کے ہیں، چنانچہ عاضد خود اپنے اہل خانہ کی حکومت کو کاٹ دینے والا ثابت ہوا، ۱۵/ ۲۱۲۔

رسول اللہ ﷺ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے روافض (شیعوں) کی تقلید اور ان کے طریقہ کی پیروی کرے؟!۔

۴- اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تکمیل فرمادی ہے، ارشاد ہے:

﴿اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام ديناً﴾ (۱)۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کردیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کردیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہوگیا۔

اور اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے کھلے پیغام کو لوگوں تک پہنچادیا ہے اور انہیں جنت تک پہنچانے اور جہنم سے دور کرنے والے ہر راستے کی رہنمائی کردی ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ ہمارے نبی ﷺ جو کہ انبیاء کرام میں سب سے افضل اور سلسلہ نبوت کی آخری کڑی ہیں، اور انبیاء میں از روئے تبلیغ و نصیحت سب سے اکمل ہیں، اگر یوم پیدائش کا جشن منانا اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین میں سے ہوتا تو اسے اپنی امت کو ضرور بتلاتے یا اپنی حیات مبارکہ میں اس کا اہتمام ضرور کرتے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

(۱) سورۃ المائدہ:۳۔

"ما بعث الله من نبيٍ إلا كان حقاً عليه أن يدل أمته على خير ما يعلمه لهم، وينذرهم شر ما يعلمه لهم" (۱)۔

اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا اس پر یہ واجب تھا کہ وہ جو بھی خیر و بھلائی جانتا ہو اپنی امت کو اسکی رہنمائی کردے، اور جو بھی برائی جانتا ہو اس پر تنبیہ کردے۔

۵- اس طرح کی سالگرہوں کے ایجاد کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے دین مکمل نہیں فرمایا لہٰذا اس کی تکمیل کے لئے کچھ تشریعی امور کا ایجاد کرنا ضروری ہے!!، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی امت تک لائقِ عمل چیزیں نہیں پہنچائیں یہاں تک کہ بعد میں یہ بدعتی لوگ آئے اور اللہ کی شریعت میں اللہ کی غیر مشروع کردہ چیزیں یہ سوچ کر ہوئے ایجاد کردیں کہ یہ اعمال انہیں اللہ سے قریب کردیں گے!! جبکہ یہ بڑی خطرناک اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ پر اعتراض والی بات ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دین مکمل کردیا ہے اور اپنے بندوں پر اپنی نعمت پوری کردی ہے۔

(۱) صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب الوفاء ببیعة الخلفاء، الأول فالأول، ۱۴۷۳/۲، حدیث نمبر (۱۸۴۴)۔

۶- کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے وہ نصوص جن سے اسلام میں بدعات کے ایجاد پر تنبیہ، اتباع سنت کا حکم، اور قول وعمل میں حکم رسول کی مخالفت سے ڈرایا گیا ہے ان نصوص کی روشنی میں علماء محققین نے ایام پیدائش کی محفلوں کا انکار کیا ہے، اور ان سے بچنے کی تلقین کی ہے۔

۷- یوم ولادت نبوی کا جشن منانے سے محبت رسول ﷺ کا تحقق نہیں ہوتا ' بلکہ آپ کی محبت کا تحقق آپ ﷺ کی اتباع، آپ کی سنت پر عمل اور آپ کی اطاعت وفرمانبرداری سے ہوتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم﴾(۱)۔

آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

۸- رسول اللہ کی یوم پیدائش کا جشن منانے اور اسے عید بنانے (یعنی اس پر سالانہ محفل منعقد کرنے) میں اہل کتاب یہود ونصاریٰ کی مشابہت ہے، جب کہ ہمیں ان کی مشابہت اختیار کرنے اور ان کی تقلید کرنے سے منع کیا

(۱) سورۃ آل عمران:۳۱۔

گیا ہے(۱)۔

۹- عقلمند کو اس بات سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کہ جا بجا لوگ کثرت سے محفل میلاد منعقد کرتے ہیں، کیونکہ حق زیادہ لوگوں کے کرنے سے نہیں پہچانا جاتا بلکہ حق شریعت کی دلیلوں سے پہچانا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وإن تطع أكثر من في الأرض يضلوك عن سبيل الله﴾(۲)۔

اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ انکا کہا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دینگے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وما أكثر الناس ولو حرصت بمؤمنين﴾(۳)۔

اور آپ کی خواہش کے باوجود اکثر لوگ ایمان نہیں لا سکتے۔

(۱) دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة اصحاب الجحیم، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۲/۶۱۴-۶۱۵، و زاد المعاد، از امام ابن القیم، ۱/۵۹۔

(۲) سورۃ الانعام:۱۱۶۔

(۳) سورۃ یوسف:۱۰۳۔

اورفرمایا:

﴿وقليل من عبادي الشكور﴾(۱)۔

اور میرے بندوں میں بہت کم ہی شکر گذار ہیں۔

۱۰- شریعت کا قاعدہ ہے کہ جس مسئلہ میں لوگوں کا اختلاف ہوجائے اسے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹا دیا جائے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم فإن تنازعتم في شيء فردوه إلى الله والرسول إن كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر ذلك خير وأحسن تأويلا﴾(۲)۔

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول ﷺ کی اور تم میں سے اختیار والوں کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کروتو اسے لوٹا دو اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول ﷺ کی طرف اگر تمہیں

(۱) سورۃ سبا:۱۳۔

(۲) سورۃ النساء:۵۹۔

اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وما اختلفتم فيه من شيء فحكمه إلى الله﴾(۱)۔

اور جس چیز میں تمہارا اختلاف ہوجائے اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص بھی محفل میلاد کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹائے گا وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا اللہ تعالیٰ رسول ﷺ کی اتباع و پیروی کرنے کا حکم دیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا﴾(۲)۔

اور تمہیں جو رسول دیں لے لو، اور جس سے روکیں رک جاؤ۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس بات کی وضاحت فرماتا ہے کہ اہل ایمان پر اس

(۱) سورۃ الشوریٰ:۱۰۔

(۲) سورۃ الحشر:۷۔

نے اپنے دین کی تکمیل اور اپنی نعمت تمام کردی ہے، نیز یہ چیز بھی اس سے پوشیدہ نہ رہے گی کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ تو میلاد منانے کا حکم دیا، نہ ہی خود منایا، اور نہ آپ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا، لہٰذا معلوم ہوا کہ محفل میلاد دینِ اسلام کی کوئی چیز نہیں، بلکہ ایک نومولود بدعت ہے۔

۱۱- مسلمان کے لئے مشروع یہ ہے کہ اگر چاہے تو پیر کے دن کا روزہ رکھے، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے پیر کے روزہ سے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

”ذاك يومٌ ولدت فيه، ويوم بعثت، أو أنزل علي“ (۱)۔

اسی دن میری ولادت ہوئی ہے، اور اسی دن نبی ورسول بنا کر مبعوث ہوا ہوں، یا مجھ پر وحی نازل کی گئی۔

لہٰذا اسوۂ نبوی ﷺ کی روشنی میں پیر کے روز صرف روزہ رکھنا ثابت ہے، آپ کی ولادت باسعادت کا جشن منانا نہیں!!۔

۱۲- جشن عید میلاد النبی ﷺ میں اکثر وبیشتر منکرات اور مفاسد کی بھرمار

(۱) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شھرٍ، وصوم یوم عرفۃ، وعاشوراء، والاثنین والخمیس، ۲/ ۸۱۹، حدیث نمبر (۱۱۶۲)۔

ہوتی ہے، چنانچہ اس طرح کی محفلوں میں شریک ہونے والے اور ان کا مشاہدہ کرنے والے اس سے بخوبی واقف ہیں۔ بطور مثال (ان مجلسوں میں انجام پانے والے) چند حرام اور منکر امور درج ذیل ہیں:

اولاً: میلادی حضرات جو بھی قصائد یا مدحیہ اشعار ان محفلوں میں گاتے ہیں ان میں سے اکثر وبیشتر اشعار شرکیہ کلمات، غلو آرائی اور مبالغہ آمیزی سے خالی نہیں ہوتے؛ جن سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے:

”لا تطروني كما أطرت النصارى عيسى ابن مريم فإنما أنا عبده، فقولوا: عبد الله ورسوله“ (۱)۔

تم (حد سے زیادہ تعریفیں کرکے) مجھے حد سے آگے نہ بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ (عیسائیوں) نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو حد سے آگے بڑھا دیا تھا، میں اللہ کا بندہ ہوں، لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو'۔

ثانیاً: میلاد کی ان محفلوں میں دیگر حرام کاریاں بھی ہوتی ہیں، مثلاً

(۱) صحیح البخاری، کتاب الأنبیاء، باب قولہ تعالی: ﴿واذكر في الكتاب مريم...﴾، ۴/ ۱۷۱، حدیث نمبر (۳۴۴۵)۔

مردوزن کا اختلاط، گانے بجانے، ڈھول تاشے کے آلات کا استعمال، نشا آور اشیاء کا استعمال، اور بسا اوقات ان محفلوں میں شرک اکبر تک کا ارتکاب کیا جاتا ہے، جیسے رسول گرامی ﷺ کی ذات یا دیگر اولیاء کرام سے استغاثہ (فریاد) وغیرہ کرنا، اسی طرح قرآن کریم کی بے حرمتی کی جاتی ہے، چنانچہ اسی مجلس میں بیٹھ کر لوگ سگریٹ نوشی کرتے ہیں، اسی طرح ان مجلسوں میں بے حساب فضول خرچی بھی ہوتی ہے، نیز ان ایام میں مساجد میں سراسر باطل پر مبنیٰ ذکر کی مجلسیں اور حلقے قائم کئے جاتے ہیں جن میں بڑے زور زور سے لوگ قوالیاں گاتے ہیں اور حلقۂ ذکر کا رئیس تیزی سے تالیاں بجاتا ہے، یہ ساری چیزیں باتفاق علماء حق، باطل اور حرام ہیں(۱)۔

ثالثاً: میلاد کی ان محفلوں میں ایک قبیح اور بدترین عمل یہ بھی انجام پاتا ہے کہ آپ کی ولادت کا ذکر آنے پر بعض لوگ از روئے تعظیم وتکریم کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ میلاد کی اس محفل میں حاضر ہوتے ہیں، چنانچہ اسی عقیدہ کے مطابق آپ کا خیر مقدم کرتے ہوئے اور مرحبا کہتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں، اور یہ عظیم ترین جھوٹ اور بدترین

(۱) دیکھئے: الإبداع في مضار الابتداع، از شیخ علی محفوظ، ص: ۲۵۱-۲۵۷۔

جہالت ہے، کیونکہ رسول کریم ﷺ قیامت سے قبل اپنی قبر مبارک سے نہ تو نکل سکتے ہیں، نہ لوگوں میں سے کسی سے مل سکتے ہیں اور نہ ان مجلسوں میں حاضر ہو سکتے ہیں، بلکہ آپ اپنی قبر پاک میں قیامت تک کیلئے مقیم ہیں اور آپ کی روح مبارک دارِ کرامت (جنت) میں اپنے رب کے پاس اعلیٰ علیین میں ہے(۱)، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿ثم إنكم بعد ذلك لميتون، ثم إنكم يوم القيامة تبعثون﴾(۲)۔

اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مر جانے والے ہو، پھر قیامت کے دن بلاشبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے۔

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

”أنا سيد ولد آدم يوم القيامة وأول من ينشق عنه القبر، وأول شافعٍ وأول مشفعٍ“(۳)۔

(۱) دیکھئے: التحذیر من البدع، از علامہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، ص: ۱۳۔

(۲) سورۃ المؤمنون: ۱۵، ۱۶۔

(۳) مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا محمد ﷺ علی جمیع الخلائق، ۴/۱۷۸۲، حدیث (۲۲۷۸)۔

میں قیامت کے روز تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا، اور سب سے پہلے میری قبر پھٹے گی اور میں قبر سے باہر نکلوں گا اور میں سب سے پہلا سفارشی ہونگا، اور سب سے میری سفارش قبول ہوگی۔

یہ آیت کریمہ اور حدیث شریف اور اس معنی کی دیگر آیات واحادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبیٔ رحمت ﷺ اور آپ کے علاوہ دیگر اموات قیامت کے روز ہی اپنی اپنی قبروں سے نکلیں گے، سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ علماء اسلام کا متفق علیہ مسئلہ ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں'' (۱)۔

۲- ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں جشن منانا:

ماہِ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں جشن منانا ایک گھناؤنی قسم کی بدعت ہے، امام ابوبکر طرطوشی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ انہیں ابومحمد المقدسی رحمہ اللہ نے خبر دیا، وہ فرماتے ہیں: ''جہاں تک ماہ رجب کی نماز کا مسئلہ ہے تو ہمارے یہاں

---

(۱) التحذیر من البدع، ص: ۱۴، وص: ۷-۱۴، اور دیکھئے: الإبداع في مضار الابتداع، از شیخ علی محفوظ، ص: ۲۵۰-۲۵۸، والتبرک أنواعہ وأحکامہ، از ڈاکٹر ناصر بن عبدالرحمٰن الجدیع، ص: ۳۵۸-۳۷۳، و تنبیہ أولی الأبصار...، ص: ۲۲۸-۲۵۰۔

بیت المقدس میں اس کی ایجاد (وجود) ۴۸۰ھ کے بعد ہوئی ہے، اس سے قبل اس نماز کو ہم نے نہ کبھی دیکھا تھا، اور نہ ہی اس کے متعلق کچھ سنا تھا'' (۱)۔

اور امام ابوشامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جہاں تک صلاۃ الرغائب کا مسئلہ ہے تو آج کل لوگوں کے درمیان یہ مشہور ہے کہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں مغرب اور عشاء کے درمیان یہی نماز پڑھی جاتی ہے'' (۲)۔

امام حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جہاں تک نماز کی بات ہے تو ماہ رجب میں کوئی مخصوص نماز ثابت نہیں ہے، اور ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں پڑھی جانے والی نماز ''صلاۃ الرغائب'' کے سلسلہ میں جتنی بھی روایتیں مروی ہیں جھوٹ، باطل اور غیر صحیح ہیں، اور یہ نماز جمہور اہل علم (علماء کرام) کے نزدیک بدعت ہے'' (۳)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ماہ رجب یا اس کے روزوں یا اس ماہ کے کسی مخصوص دن کے روزہ، اور اس کی کسی مخصوص رات کی عبادت کی فضیلت

---

(۱) الحوادث والبدع، از امام ابوبکر طرطوشی، ص ۲۶۷، نمبر (۲۳۸)۔

(۲) کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابوشامہ، ص: ۱۳۸۔

(۳) لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف، ص: ۲۲۸۔

کے سلسلہ میں کوئی بھی صحیح اور قابل حجت حدیث وارد نہیں ہے''(۱)۔

پھر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو حدیثیں رجب کی فضیلت، یا اس کے روزوں، یا اس کے کسی بھی خاص دن کے روزوں کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں وہ دو طرح کی ہیں؛ضعیف اور موضوع (۲)۔

پھر حدیث صلاۃ الرغائب کا تذکرہ فرمایا ہے، جس میں یہ ہے کہ رجب کی پہلی جمعرات کو روزہ رکھے، پھر جمعہ کی شب مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعتیں پڑھے، ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ' تین بار ﴿إنا أنزلناه في ليلة القدر﴾ اور بارہ بار ﴿قل هو الله أحد﴾ کی تلاوت کرے، اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔ اس کے بعد حافظ ابن حجر نے تسبیح' استغفار' سجدہ اور درود نبوی ﷺ کے سلسلہ میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔

پھر یہ وضاحت فرمائی ہے کہ یہ حدیث موضوع اور نبی کریم ﷺ پر بہتان ہے، نیز بتایا ہے کہ اس میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ جو یہ نماز پڑھے اس پر ضروری ہے کہ اس دن کا روزہ بھی رکھے، جبکہ بسا اوقات دن میں کافی سخت گرمی پڑتی ہے، اور ظاہر ہے کہ جب انسان روزہ رکھے گا تو اسے نماز مغرب

(۱) تبیین العجب بما ورد فی شہر رجب، ص۲۳۔ (۲) تبیین العجب بما ورد فی شہر رجب، ص۲۳۔

تک کھانے پینے سے احتراز کرنا ضروری ہوگا، اور پھر مغرب کے بعد اس نماز کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہوگا، اور پھر ان لمبی تسبیحوں اور طویل سجدوں میں اپنے آپ کو کھپائے گا تو کس قدر تکلیف اور اذیت رسانی سے دوچار ہوگا ؟!

نیز فرماتے ہیں: ''مجھے ماہ رمضان اور صلاۃ تراویح پر غیرت آتی ہے کہ اس میں اہل ایمان کی کس قدر بھیڑ ہوتی ہے، لیکن جاہل عوام کے نزدیک یہ نماز (صلاۃ الرغائب) اُس سے بھی افضل اور عظیم تر ہے، کیوں کہ اس میں وہ لوگ بھی حاضر ہوتے ہیں جو فرائض تک نہیں ادا کرتے''(۱)۔

امام ابن الصلاح رحمہ اللہ صلاۃ الرغائب کے متعلق فرماتے ہیں: ''صلاۃ الرغائب والی حدیث نبی کریم ﷺ پر جھوٹ ہے، اور یہ ایک ایسی بدعت ہے جو چوتھی صدی ہجری کے بعد معرض وجود میں آئی''(۲)۔

امام عز بن عبد السلام رحمہ اللہ نے ۶۳۷ھ میں فتویٰ دیا ہے کہ صلاۃ الرغائب ایک بدترین قسم کی بدعت ہے، اور اس سلسلہ میں بیان کی جانے والی حدیث نبی کریم ﷺ پر جھوٹ ہے''(۳)۔

(۱) دیکھئے: تبیین العجب بما ورد في شہر رجب، ص:۵۴۔
(۲) کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابوشامہ، ص:۱۴۵۔
(۳) کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابوشامہ، ص:۱۴۹۔

صلاۃ الرغائب کے بطلان اوراس کے مفاسد کے سلسلہ میں امام ابوشامہ رحمہ اللہ کی بات کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے میں ائمہ کرام رحمہم اللہ کی گفتگو ختم کرتا ہوں، امام ابوشامہ رحمہ اللہ نے اس نماز کے مفاسد کو یوں بیان فرمایا ہے:

۱- اس نماز کے بدعت ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اوران کے علاوہ وہ تمام لوگ جنھوں نے کتب شریعت کی جمع وتدوین فرمائی ہے، جنھیں دین اسلام کے منارہ اور مسلمانوں کے امام ہونے کی حیثیت حاصل ہے، اور جو لوگوں کو فرائض وسنن کی تعلیم دینے کے انتہائی حریص اور خواہش مند تھے، لیکن اس کے باوجود ان سے کہیں منقول نہیں کہ ان میں سے کسی نے اس نماز کا تذکرہ کیا ہو، یا اپنی کتاب میں لکھا ہو، یا اپنی مجلس میں اس سے کوئی تعرض کیا ہو، جبکہ عرف وعادت میں ایسا ہونا محال ہے کہ اس نماز کو سنت کی حیثیت حاصل ہواوران ائمہ کی نگاہ بصیرت سے اوجھل رہ جائے۔

۲- یہ نماز مندرجہ ذیل تین وجوہات کے سبب شریعت کے مخالف ہے:

پہلی وجہ: یہ نماز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے مخالف ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”لا تخصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالي، ولا تخصوا يوم

الجمعة بصيام من بين الأيام، إلا أن يكون في صوم يصومه أحدكم“(۱)۔

راتوں میں سے جمعہ کی رات کو عبادت کے لئے خاص نہ کرو، اور نہ ہی دنوں میں سے جمعہ کے دن کو روزہ رکھنے کے لئے خاص کرو، ہاں اگر تم میں سے کوئی پہلے سے روزہ رکھ رہا ہو اور اس دن جمعہ پڑ جائے (تو کوئی بات نہیں)۔

لہٰذا اس حدیث کی بنیاد پر یہ جائز نہیں کہ جمعہ کی رات کو دیگر راتوں کے بالمقابل کسی اضافی نماز کے لئے خاص کیا جائے (۲)۔

یہ حدیث رجب کے پہلے جمعہ کی شب کو اور اس کے علاوہ کسی بھی شب کو عام ہے۔

دوسری وجہ: رجب اور شعبان کی دونوں نمازیں بدعت ہیں، کیونکہ ان دونوں نمازوں کے بارے میں حدیثیں وضع کر کے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ کا

---

(۱) متفق علیہ: البخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم الجمعۃ، ۲/۳۰۳، حدیث نمبر (۱۹۸۵) ومسلم، کتاب الصیام، باب کراھۃ صوم یوم الجمعۃ منفرداً، ۲/۸۰۱، حدیث نمبر (۱۱۴۴)۔

(۲) دیکھئے: کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابوشامہ، ص:۱۵۶۔

بہتان لگایا گیا ہے، اور اعمال کی جزاء میں من مانی اور بلا دلیل تقدیر فرض کر کے اللہ رب العالمین پر جھوٹ کا طومار باندھا گیا ہے، لہٰذا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر گھڑی ہوئی چیزوں کو معطل قرار دیا جائے، اور اس کی قباحت و شناعت کو آشکارا کیا جائے، اور اس سے لوگوں کو متنفر کیا جائے، کیونکہ اس کی موافقت کرنے سے درج ذیل مفاسد لازم آتے ہیں:

(۱) اس نماز کی فضیلت اور کفارہ بننے کے سلسلے میں جو چیزیں آئی ہیں ان پر عوام کا اعتماد کر لینا، جب کہ یہ چیز انہیں درج ذیل دو خطرناکیوں میں ڈال دینے کا سبب ہے:

۱- فرائض میں کوتاہی۔ ۲- گناہوں میں انہماک۔

چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ اس شب کی آمد کے انتظار میں رہتے ہیں، اور اسے ادا کر کے اپنی تمام کوتاہیوں کی تلافی کا سامان اور گناہوں کا کفارہ سمجھتے ہیں، اور اس طرح حدیث صلاۃ الرغائب کے وضع کرنے والے کے مقصد کی تکمیل ہوتی ہے یعنی نیکیوں کی ترغیب میں بہ کثرت معاصی کا ارتکاب ہوتا ہے۔

(۲) بدعات پر عمل آوری سے بدعتیوں کو لوگوں کو گمراہ کرنے میں شہ ملتی ہے، جب وہ اپنی وضع کردہ بدعات کو رواج پاتے اور لوگوں کو اس میں منہمک ہوتے دیکھتے ہیں، تو وہ لوگوں کو نئی نئی بدعات میں ملوث کرتے رہتے ہیں، جبکہ بدعات کے ترک کر دینے سے بدعتیوں کو بدعت گری سے زجر و توبیخ ہوتی ہے۔

(۳) جب ایک عالم اور جانکار شخص اس بدعت پر عمل کرتا ہے تو عوام کو اس کے سنت ہونے کا فریب دیتا ہے، اور اس طرح وہ شخص زبانِ حال سے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر جھوٹ منسوب کرنے والا قرار پاتا ہے، اور بسا اوقات زبانِ حال زبانِ قال (کلام) کے قائم مقام ہوتی ہے۔ لوگ اکثر اسی سبب سے بدعات کا شکار ہوئے ہیں۔

(۴) ایک عالم آدمی جب اس بدعی نماز کو پڑھتا ہے تو گویا وہ لوگوں کے نبی کریم ﷺ پر جھوٹ منسوب کرنے کا سبب بنتا ہے، چنانچہ لوگ اس نماز کو سنت کہنے لگتے ہیں۔

تیسری وجہ: یہ بدعی نماز 'نماز سے متعلق کئی مسائل میں شریعت کے اصولوں کی مخالفت پر مشتمل ہے:

۱- یہ نماز سجدوں کی تعداد، تسبیحوں کی تعداد، اور اسی طرح ہر رکعت میں سورۂ قدر و سورۂ اخلاص کی تلاوت کی تعداد کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ کی دیگر نمازوں میں معروف سنتوں کے خلاف ہے۔

۲- نماز میں خشوع وخضوع، استحضار قلبی، اللہ کے لئے فارغ البالی، نیز قرآن کریم کے معانی سے واقفیت، وغیرہ جیسی سنتوں کے خلاف ہے۔

۳- گھروں میں نوافل کی ادائیگی کی سنت کے خلاف ہے، کیونکہ نوافل کی ادائیگی مساجد کی بہ نسبت گھروں میں زیادہ افضل ہے، اسی طرح فرداً فرداً ادا کرنا بھی مسنون ہے سوائے رمضان میں نماز تراویح کے۔

۴- اس بدعی نماز کے وضع کرنے والوں کے نزدیک اس نماز کا کمال یہ ہے کہ اس دن (جمعرات کو) روزہ رکھا جائے، اور ایسا کرنے سے دو سنتوں کا معطل کرنا لازم آتا ہے، افطار کی سنت، اور بھوک و پیاس کی شدت سے دل کا فارغ رکھنا۔

۵- اس نماز سے فارغ ہونے کے بعد کئے جانے والے دو سجدے بلا وجہ ہیں (۱)۔

---

(۱) دیکھئے: کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابوشامہ، ص: ۱۵۳-۱۹۶، یہ تمام ==

سابقہ تمام دلائل، ائمہ کرام کے فرمودات، بطلان کے وجوہات اور مفاسد کے اقسام سے ایک عقلمند کے لئے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ صلاۃ الرغائب ایک بدترین قسم کی بدعت اور اسلام میں ایک بے اصل اور نو ایجاد شے ہے۔

۳- اسراء ومعراج کی شب میں جشن منانا:

اسراء ومعراج کی شب اللہ عز وجل کی ان عظیم الشان نشانیوں میں سے ہے جو نبی کریم ﷺ کی حقانیت وصداقت، عند اللہ آپ کی عظیم قدر ومنزلت، اللہ کی قدرت بے پایاں، اور اللہ عز وجل کے اپنے تمام مخلوقات پر عالی وبلند ہونے پر دلالت کرتی ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿سبحا ن الذي أسرى بعبده ليلاً من المسجد الحرام إلى المسجد الأقصى الذي باركنا حوله لنريه من آياتنا

== مفاسد اور بطلان کے وجوہات رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں پڑھی جانے والی نماز ''صلاۃ الرغائب'' اور اسی طرح پندرہویں شعبان کی شب میں ادا کی جانے والی نماز ہر دو کو شامل ہیں، جیسا کہ امام ابوشامہ نے اپنی کتاب '' الباعث علی انکار البدع والحوادث'' (ص: ۱۷۴) میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے۔

إنه هو السميع البصير﴾(۱)۔

پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی، جس کے آس پاس ہم نے برکت عطا فرمائی ہے، تاکہ ہم انہیں اپنی قدرت کی بعض نشانیوں کا مشاہدہ کرائیں، یقیناً اللہ تعالیٰ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

رسول اکرم ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ کو آسمان پر لے جایا گیا، آپ کی خاطر آسمانوں کے دروازے کھولے گئے، یہاں تک کہ آپ ساتوں آسمانوں سے بھی آگے تشریف لے گئے، وہاں آپ کے رب نے اپنے ارادے کے مطابق آپ سے گفتگو فرمائی، اور پانچ نمازیں فرض کیں، اللہ عزوجل نے ابتدا میں پچاس نمازیں فرض کی تھیں، لیکن ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ اپنے رب سے برابر مراجعہ کرتے رہے اور تخفیف کی درخواست کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے باعتبار فرضیت پانچ نمازیں رکھیں اور باعتبار اجر وثواب پچاس، کیونکہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا دیا جاتا ہے، پس ہر طرح کی حمد وشکر اس اللہ تعالیٰ کے لئے لائق وزیبا ہے جس نے ہمیں ان

(۱) سورۃ الاسراء:۱۔

گنت و بے شمار نعمتوں سے نوازا (۱)۔

یہ شب جس میں واقعۂ اسراء پیش آیا، مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر اس میں کسی طرح کا جشن منانا اور اسے کسی بھی طرح کی غیر مشروع عبادت کے لئے خاص کرنا جائز نہیں:

اولاً: یہ شب جس میں واقعۂ اسراء ومعراج پیش آیا اس کی تحدید وتعیین کے سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے، نہ رجب کی نہ کسی اور مہینہ کی، چنانچہ کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ آپ ﷺ کی بعثت کے پندرہ ماہ بعد پیش آیا، اور کہا گیا ہے کہ ہجرت سے ایک سال قبل ربیع الآخر کی ستائیسویں شب میں پیش آیا، اور کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کے پانچ سال بعد پیش آیا (۲)، اور کہا گیا ہے کہ ربیع الاول کی ستائیسویں شب میں پیش آیا (۳)۔

امام ابوشامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بعض قصہ گوؤں کے حوالہ سے جو ذکر کیا جاتا ہے کہ واقعہ اسراء ماہ رجب میں پیش آیا، یہ بات اصحاب جرح

(۱) دیکھئے: التحذیر من البدع، از علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، ص:۱۶۔

(۲) دیکھئے: صحیح مسلم بشرح امام نووی، ۲/ ۲۶۷-۲۶۸۔

(۳) دیکھئے: کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابوشامہ، ص:۲۳۲۔

وتعدیل کے نزدیک سراسر جھوٹ ہے‘‘(۱)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ ذکر فرماتے ہیں کہ:’’شب اسراء کے بارے میں پتہ نہیں کہ وہ کونسی رات تھی‘‘(۲)۔

علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:’’یہ شب جس میں واقعۂ اسراء ومعراج رونما ہوا صحیح احادیث میں اس کی کوئی تعیین موجود نہیں ہے، نہ رجب میں اور نہ کسی اور مہینہ کی، اس رات کی تعیین کے سلسلہ میں جوروایتیں بھی وارد ہوئی ہیں وہ محدثین کے نزدیک نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، اوراس شب کے بُھلا دینے (نامعلوم رکھنے) میں بھی اللہ کی کوئی حکمت بالغہ کارفرما ہے‘‘(۳)۔

اوراگراس کی تعیین ثابت بھی ہوجائے تب بھی بلا دلیل خصوصیت کے ساتھ اس میں کسی قسم کی عبادت کرنا جائز نہیں(۴)۔

(۱) کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، ص:۲۳۲، نیز دیکھئے: تبیین العجب بماورد في رجب، ازامام ابن حجر، ص:۹، ۱۹، ۵۲، ۶۴، ۶۵۔

(۲) دیکھئے: زادالمعاد في هدي خیر العباد، ازامام ابن القیم، ۱/ ۵۸۔

(۳) التحذیر من البدع، ص:۱۷۔

(۴) دیکھئے: مصدر سابق، ص:۱۷۔

ثانیاً: اصحاب ایمان اوراہل علم میں سے کسی سے بھی یہ بات ثابت نہیں کہ کسی نے شب اسراء ومعراج کو دیگر راتوں پر کسی بھی قسم کی کوئی فضیلت دی ہو، اور یہ کہ نبی کریم ﷺ، آپ کے صحابۂ کرام، تابعین، اور تبع تابعین وغیرہم نے نہ تو اس شب میں کوئی جشن منایا، اورنہ ہی اسے کسی عبادت کے لئے خاص کیا، اورنہ ہی اس کا ذکر کیا، لہٰذا اگراس شب میں تقریب منانے اور محفل معراج منعقد کرنے کی کوئی شرعی حیثیت ہوتی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو اپنے قول یا فعل سے اس کی رہنمائی ضرور فرمائی ہوتی، اوراگر فی الحقیقت ایسی کوئی بات ہوتی تو معروف ومشہور ہوتی، اورصحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ سے نقل کرکے ہم تک ضرور پہونچاتے(۱)۔

ثالثاً: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کے لئے اپنے دین کی تکمیل فرمادی ہے اوران پراپنی نعمت تمام کردی ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام ديناً﴾(۲)۔

(۱) دیکھئے: زادالمعاد، ازامام ابن القیم، ۱/ ۵۸، والتحذیر من البدع، ازعلامہ بن باز، ص:۱۷۔

(۲) سورۃ المائدۃ:۳۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿أم لهم شركاء شرعوا لهم من الدين مالم يأذن به الله ولو لا كلمة الفصل لقضي بينهم وإن الظالمين لهم عذاب أليم﴾ (۱)۔

کیا ان کیلئے ایسے شرکاء ہیں جنھوں نے اللہ کے دین میں اللہ کی فرمائی ہوئی چیزوں کے علاوہ احکام دین مقرر کر دیئے ہیں، اگر فیصلہ کے دن کا وعدہ نہ ہوتا تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا، یقیناً ظالموں کے لئے ہی دردناک عذاب ہے۔

رابعاً: نبی کریم ﷺ نے بدعات سے بچنے اور دور رہنے کی تنبیہ کی ہے اور صراحت فرمادی ہے کہ ہر بدعت گمراہی اور بدعتی کے منہ پر دے ماری جانے والی (ناقابل قبول) ہے، چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کی نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(۱) سورۃ الشوریٰ: ۲۱۔

"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد" (۱)۔

جس کسی نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

" من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد " (۲)۔

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے اسلام میں نہیں تو وہ مردود ہے۔

سلف صالحین نے بھی بدعات سے ڈرایا ہے کیونکہ بدعات دین اسلام میں زیادتی اور شریعت کا ایک ایسا طریقہ ہے جس کی نہ اللہ عز وجل نے اجازت دی ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے، بلکہ یہ اللہ کے دشمن یہود ونصاریٰ کی مشابہت ہے، جس طرح انہوں نے اپنے اپنے دین (یہودیت وعیسائیت) میں نئی نئی چیزوں کا اضافہ کرلیا (۳)۔

(۱) اس حدیث کی تخریج ص: (۵۲) میں گزر چکی ہے۔

(۲) اس حدیث کی تخریج ص: (۵۲) میں گزر چکی ہے۔

(۳) دیکھئے: التحذیر من البدع، از شیخ ابن باز، ص: ۱۹۔

۴- شعبان کی پندرہویں شب میں جشن منانا:

امام محمد بن وضاح القرطبی اپنی سند سے بروایت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نقل فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: ''میں نے اپنے مشائخ وفقہاء میں سے کسی کو نہ پایا کہ وہ شعبان کی پندرہویں شب کی طرف ذرا بھی نظر التفات کرتے ہوں، اور نہ مکحول کی حدیث کی طرف (۱)، اور نہ ہی دوسری راتوں پر

---

(۱) حدیث مکحول کی تخریج یوں ہے: ابن ابی عاصم، في السنة، حدیث نمبر (۵۱۲)، وابن حبان، ۱۲/ ۴۸۱، حدیث نمبر (۵۶۶۵)، والطبراني في الکبیر، ۲۰/ ۱۰۹، حدیث نمبر (۲۱۵)، وابونعیم في الحلیة، ۵/ ۱۹۱، والبیھقي في شعب الإیمان، ۵/ ۲۷۲، حدیث نمبر (۶۶۲۸)، بروایت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ مرفوعاً:

"یطلع الله إلی خلقه في لیلة النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقه إلا لمشركٍ أو مشاحنٍ"۔

''پندرہویں شعبان کی شب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف تجلی فرماتا ہے اور اپنی تمام مخلوق کو بخش دیتا ہے، سوائے مشرک اور باہم بغض وعداوت رکھنے والے کے''۔

محدث العصر علامہ البانی اپنی کتاب ''سلسلة الأحادیث الصحیحة'' میں فرماتے ہیں: ''یہ حدیث صحیح ہے، صحابہ کرام کی ایک جماعت سے مختلف سندوں سے مروی ہے، بعض سے بعض کو تقویت حاصل ہوتی ہے، وہ صحابہ یہ ہیں: معاذ بن جبل، ابوثعلبہ الخشنی، عبداللہ بن عمرو، ابوموسی اشعری، ابو ہریرہ، ابوبکر صدیق، عوف بن مالک اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم، پھر ان آٹھوں سندوں کی تخریج کی ہے اور ان کے

اس رات کی کوئی فضیلت سمجھتے تھے'' (۱)۔

امام ابوبکر طرطوشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ابومحمد المقدسی نے مجھے خبر دی وہ فرماتے ہیں: ''ماہ رجب اور شعبان میں جو یہ ''صلاۃ الرغائب'' پڑھی جاتی ہے، ہمارے یہاں بیت المقدس میں کبھی نہ تھی، ہمارے یہاں سب سے پہلے اس کا وجود ۴۴۸ھ میں ہوا، وہ اس طرح کہ ابن ابوالحمراء نامی ایک شخص نابلس سے ہمارے یہاں بیت المقدس آیا، وہ ذرا خوش آواز تھا، چنانچہ پندرہویں شعبان کی شب مسجد اقصیٰ میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگا، اسے دیکھ کر ایک شخص اس کے پیچھے اور کھڑا ہوگیا، پھر تیسرے اور اسی طرح چوتھے کا اضافہ ہوا، یہاں تک کہ ختم ہوتے ہوتے پوری ایک جماعت ہوگئی، پھر آئندہ سال بھی وہ شخص آیا اور اسی طرح لوگوں کی ایک جماعت نے اس کے ساتھ

رجال پر چار صفحات پر مشتمل طویل گفتگو فرمائی ہے۔ میں (مولف) کہتا ہوں کہ اگر پندرہویں شعبان کی شب کی فضیلت میں امام البانی کے بقول یہ روایت صحیح ہے، تب بھی اس سے اس شب میں خصوصیت کے ساتھ عبادتیں کرنا اور اس کے دن میں روزہ رکھنا ثابت نہیں ہوتا، سوائے اتنی مشروع عبادت کے جسے مسلمان سال کے دیگر ایام میں انجام دیتا ہے، کیونکہ عبادات توقیفی ہیں (بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوسکتیں)۔

(۱) کتاب فیه ما جاء في البدع، از امام وضاح، متوفی ۲۸۷ھ، ص: ۱۰۰، نمبر (۱۱۹)۔

نماز ادا کی، اسی طرح اس کے بعد بھی، یہاں تک کہ مسجد اقصیٰ اور لوگوں کے گھر گھر میں اس نماز کا چرچا ہو گیا، پھر یونہی معاملہ چلتا رہا، اور آج تک لوگ اسے سنت سمجھ کر اس پر عمل کرتے آرہے ہیں" (۱)۔

امام ابن وضاح اپنی سند سے نقل کرتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ سے کہا گیا کہ زیاد نمیری کہتا ہے: "شعبان کی پندرہویں شب کا ثواب لیلۃ القدر کی طرح ہے"، تو انہوں نے فرمایا: "اگر میں اسے یہ کہتے ہوئے سنتا اور میرے ہاتھ میں لاٹھی ہوتی تو میں اس کی پٹائی کرتا، زیاد ایک قصہ گو شخص تھا" (۲)۔

امام ابوشامہ شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جہاں تک الفیہ (ہزارہ) کا مسئلہ ہے، تو شعبان کی پندرہویں شب کی نماز کا نام الفیہ (ہزارہ) اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس نماز میں ﴿قل هو الله أحد﴾ کی تلاوت ایک ہزار مرتبہ ہوتی ہے، وہ اس طرح سے کہ یہ نماز سو (۱۰۰) رکعات کی ہے اور ہر رکعت میں سورۂ

(۱) کتاب الحوادث والبدع، از امام طرطوشی، متوفی ۴۷۴ھ، ص: ۲۶۶، نمبر (۲۳۸)۔

(۲) کتاب فیہ ماجاء في البدع، از امام وضاح، ص: ۱۰۱، نمبر (۱۲۰)، اور امام طرطوشی نے اسے امام ابن وضاح سے اپنی کتاب الحوادث والبدع میں روایت کیا ہے، ص: ۲۶۳، نمبر (۲۳۵)، البتہ مذکورہ الفاظ مصنف عبد الرزاق کے ہیں، دیکھئے: روایت نمبر (۷۹۲۸)۔

فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص دس بار پڑھی جاتی ہے۔ یہ ایک انتہائی لمبی اور پریشان کن نماز ہے، اور اس بارے میں جو بھی خبر یا اثر وارد ہے وہ یا تو ضعیف ہے یا موضوع، اور اس نماز کی وجہ سے عوام بڑے عظیم فتنے میں مبتلا ہیں، اور اس نماز کے سبب آبادی کی جن جن مساجد میں اس صلاۃ کا اہتمام کیا جاتا ہے ان میں بہت زیادہ آگ روشن کی جاتی ہے، اور رات بھر یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، اس میں فسق وفجور، اختلاط مرد وزن، اور دیگر بہت ساری ناشائستہ وناز یبا حرکتیں ہوتی ہیں جو محتاج بیان نہیں، اور عبادت گزار عوام کے اس میں بڑے پختہ عقائد وابستہ ہوتے ہیں، شیطان لعین ان کی خاطر ان ساری چیزوں کو آراستہ کرتا ہے اور انہیں عین شعائر اسلام بنا کر پیش کرتا ہے" (۱)۔

(۱) کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابوشامہ، (متوفی ۶۶۵ھ) ص: ۱۲۴۔

امام حافظ ابن رجب رحمہ اللہ ایک بڑی عمدہ گفتگو کے بعد فرماتے ہیں:

''اور شام کے کچھ تابعین جیسے خالد بن معدان، مکحول، لقمان بن عامر وغیرھم شعبان کی پندرہویں شب کی تعظیم کرتے تھے اور اس میں عبادت کا خصوصی اہتمام کرتے تھے، اس رات کی فضیلت لوگوں نے انہی سے لی ہے، اور بتایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو اس سلسلہ میں کچھ اسرائیلی آثار (یعنی یہودیوں اور نصرانیوں کی بیان کی ہوئی جھوٹی روایتیں اور من گھڑت قصے کہانیاں) مل گئے تھے۔ اور جب یہ چیز ان کے ذریعہ مختلف شہروں میں مشہور ہوئی تو لوگ اختلاف کرنے لگے، بعض لوگ ان کی بات مان کر ان کے موافق ہو گئے، ان میں بصرہ کے عابدوں وغیرہ کی بھی ایک جماعت تھی، جب کہ اکثر علمائے حجاز نے اس کا انکار کیا، ان میں سے عطاء، ابن ابی ملیکہ وغیرہما ہیں، اور یہی بات عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے فقہائے اہل مدینہ سے بھی نقل فرمائی ہے، امام مالک کے اصحاب وغیرہ کا بھی یہی کہنا ہے، ان سبھوں نے ان ساری چیزوں کو بدعت قرار دیا ہے۔

اس رات میں عبادت کے طریقہ کے بارے میں علمائے اہل شام کی مندرجہ ذیل دو رائیں ہیں:

پہلی رائے: مسجد میں اکٹھا ہو کر اس رات میں عبادت کرنا مستحب ہے، خالد بن معدان اور لقمان بن عامر اور دوسرے لوگ اس رات میں اچھے کپڑے زیب تن کرتے، دھونی دیتے، سرمہ لگاتے، اور رات بھر مسجد میں عبادت کرتے۔ اسحاق بن راہویہ اس رائے کی موافقت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس رات میں مساجد میں اکٹھا ہو کر عبادت کرنا بدعت نہیں ہے، اسے حرب کرمانی نے اپنے ''مسائل'' میں ذکر فرمایا ہے۔

دوسری رائے: اس رات میں نماز، قصص، اور دعاؤں وغیرہ کیلئے مساجد میں جمع ہونا مکروہ و ناپسندیدہ ہے، البتہ اگر آدمی تنہا نماز پڑھے تو مکروہ نہیں، یہ اہل شام کے امام اور فقیہ اوزاعی کا قول ہے، اور ان شاء اللہ یہی قریب ترین قول ہے....

آگے فرماتے ہیں: ''اور شعبان کی پندرہویں رات کے بارے میں امام احمد بن حنبل سے کوئی بات نہیں ملتی، البتہ اس رات میں عبادت کے استحباب کے بارے میں ان سے دو روایتیں اُن دو روایتوں سے نکلتی ہیں جن میں عید کی دونوں راتوں میں عبادت کا ذکر ہے۔ عید کی ان دو روایتوں میں سے ایک میں آپ رات میں اکٹھا ہو کر عبادت کے عدم استحباب کے قائل ہیں، کیونکہ

اس سلسلہ میں آپ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ سے کوئی بات منقول نہیں ہے، جبکہ دوسری روایت میں استحباب کے قائل ہیں کیونکہ تابعین میں سے عبد الرحمٰن بن زید بن الاسود ایسا کیا کرتے تھے......تو اسی طرح سے شعبان کی پندرہویں شب کا مسئلہ بھی ہے کہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے، بلکہ تابعین کی ایک جماعت سے ثابت ہے جو اہل شام کے مشہور فقہاء میں سے ہیں''(۱)۔

امام علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جہاں تک امام اوزاعیؒ کے علیحدہ طور پر عبادت کرنے کو مستحب کہنے اور حافظ ابن رجب کے اس قول کو اختیار کرنے کا مسئلہ ہے، تو وہ ایک عجیب وغریب اور ضعیف امر ہے، کیونکہ ہر وہ چیز جس کی مشروعیت شرعی دلائل سے ثابت نہ ہو کسی مسلمان کیلئے اللہ کے دین میں اس کا ایجاد کرنا جائز نہیں، چاہے وہ انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر، خفیہ طور پر ہو یا علانیہ طور پر، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان عام ہے کہ:

''من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردٌ'' (۲)۔

(۱) لطائف المعارف، از حافظ ابن رجب، ص:۲۶۳۔

(۲) اس حدیث کی تخریج ص (۵۲) میں گزر چکی ہے۔

جس کسی نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے۔

اور اسکے علاوہ دیگر دلائل ہیں جو بدعت کے انکار اور اس سے بچنے پر دلالت کرتے ہیں''(۱)۔

ائمۂ کرام امام ابن وضاح، امام طرطوشی، امام عبد الرحمٰن بن اسماعیل المعروف بہ ابوشامہ، امام حافظ ابن رجب، اور امام العصر عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہم اللہ کے سابقہ تمام اقوال سے یہ بات واضح اور آشکارا ہو جاتی ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب کو نماز یا کسی بھی قسم کی غیر شرعی عبادت کے لئے خاص کرنا بدعت ہے، کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور نہ ہی صحابۂ کرام میں سے کسی نے ایسا عمل کیا ہے۔

(۵) - تبرک (حصول برکت):

''التبـــــرک'' کے معنی حصول برکت (برکت طلبی) کے ہیں، اور ''التبرک بالشیء'' کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کے واسطے سے برکت حاصل کرنا (۲)۔

(۱) التحذیر من البدع، ص:۲۶۔

(۲) دیکھئے: النهاية في غريب الحديث، از ابن الاثیر، باب باء مع راء، مادہ ''برک'' ۱/۱۲۰، و التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص:۳۰۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہرطرح کی خیر وبرکت اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے، تاہم اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض مخلوقات کو اپنی مشیت کے مطابق فضل وبرکت سے خاص فرمایا ہے۔

اصل میں برکت کے معنی جماؤ اور لزوم کے ہیں، اور کبھی کبھی بڑھوتری اور اضافہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، "التبــريك" کے معنی دعاء کے ہیں، عربی زبان میں کہا جاتا ہے "بـرّك عـليه" یعنی کسی کے لئے برکت کی دعا کی، اور اسی طرح کہا جاتا ہے "بارك الله الشی ء" اور "بارك الله فيه" یا "بارك عليه" یعنی اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز میں برکت رکھ دی۔ اور "تبارك" صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان ہے، وہی اس سے متصف ہوسکتا ہے، لہٰذا کسی اور کے لئے "تبارك فلانٌ" نہیں کہا جاسکتا، کیوں کہ "تبارك" کے معنی باعظمت ہونے کے ہیں، اور یہ ایک ایسا وصف ہے جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے شایان شان ہے۔

"اليُمْنُ" کے معنی بھی برکت ہی کے ہوتے ہیں، لہٰذا "بركة" اور "يُمْن" دونوں مترادف الفاظ ہیں۔

الفاظ قرآن کے معانی سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں ''برکت'' کئی

معانی میں استعمال ہوا ہے، چند معانی درج ذیل ہیں:-

١- پیہم خیر وبھلائی۔

٢- خیر وبھلائی کی کثرت اور بتدریج اس میں اضافہ وبڑھوتری۔

٣- لفظ "تبارك" سے صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات متصف کی جاسکتی ہے، اور اس لفظ کی اضافت بھی صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی طرف ہوسکتی ہے۔

علامہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تبارک وتعالیٰ کے "تبــارك" کا مفہوم (سے مراد) اللہ تعالیٰ کا جود وکرم، خیر وبھلائی کی فراوانی، بزرگی وبرتری، عظمت وتقدس، ہمہ قسم کی خیر وبرکت کی آمد کا مرجع، اور حسب منشاء برکات کا نزول وغیرہ ہے، قرآن کریم کے معانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "تبارك" متعدد معانی پر دلالت کرتا ہے(١)۔

بابرکت چیزیں کئی قسم کی ہیں، چند درج ذیل ہیں:-

(١) قرآن کریم مبارک ہے، یعنی انتہائی خیر وبرکت والی کتاب ہے، کیونکہ اس کتاب عظیم میں دین ودنیا کی بھلائیاں پنہاں ہیں۔

(١) جلاء الأفهام، از امام ابن قیم، ص:١٨٠، وتيسير الكريم الرحمٰن في تفسير كلام المنان، از علامہ سعدی، ٣/٣٩۔

قرآن کریم سے برکت کا حصول اس کی کما حقہ تلاوت، اور رضائے الٰہی کے مطابق اس کے پیغام پر عمل پیرا ہونے پر موقوف ہے۔

(۲) رسول گرامی ﷺ مبارک ہیں، اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کی ذات میں برکت رکھی ہے، اور یہ برکت دو طرح کی ہے:

۱- **برکت معنوی:** برکت معنوی وہ برکت ہے جو دنیا وآخرت میں آپ ﷺ کی رسالت عظمیٰ سے حاصل ہوتی ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے، آپ ہی کے ذریعہ دنیائے انسانیت کو شرک وبدعت کی تاریکیوں سے نکال کر توحید وسنت کی روشنی عطا کی ہے، اور آپ کی امت کی خاطر پاکیزہ چیزیں حلال کر رکھی ہیں اور پلید اور گندی چیزیں حرام قرار دی ہیں، اور آپ ﷺ پر سلسلۂ رسالت کو ختم کر دیا ہے، اور آپ ﷺ کا لایا ہوا دین (اسلام) نرمی وسماحت کا حامل ہے۔

۲- **برکت حسّی، اور اس کی دو قسمیں ہیں:**

پہلی قسم: آپ ﷺ کے افعال کی برکت، یعنی آپ کی رسالت ونبوت کی صداقت پر دلالت کرنے والے وہ ظاہر وباہر معجزات جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعزاز بخشا ہے۔

دوسری قسم: آپ ﷺ کی ذات مبارکہ اور ظاہری وحسی آثار کی برکت، یعنی وہ برکت جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات میں رکھی ہے، اور اسی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی حیات مبارکہ میں آپ کی ذات سے اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے جسم سے منسلک آثار سے برکت حاصل کی (۱)۔

اور نبی کریم ﷺ سے آپ کی زندگی میں برکت کے حصول پر اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو قیاس نہیں جا سکتا، کیونکہ اللہ عزوجل نے آپ کی ذات میں برکت رکھی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے اندر برکت رکھی ہے، اور اسی طرح ملائکہ (فرشتوں)، اور صالحین وغیرہم میں برکت رکھی ہے، لیکن ان سے برکت کا حصول جائز نہیں، کیوں کہ اس کے جواز پر شریعت کی کوئی دلیل نہیں، اسی طرح بعض جگہیں (مقامات) بھی مبارک ہیں، جیسے مساجد ثلاثہ: یعنی مسجد حرام، مسجد نبوی ﷺ اور مسجد اقصیٰ اور ان کے بعد بقیہ تمام مسجدیں، اسی طرح بعض اوقات میں بھی اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے، جیسے ماہ رمضان، شبِ قدر، ذی الحجہ

---

(۱) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع ص: ۲۱-۶۹۔

کے ابتدائی دس دن، حرام مہینے، پیر، جمعرات اور جمعہ کا دن، اور رات کے آخری تہائی حصہ میں باری تعالیٰ کے نزول کا وقت، اور ان کے علاوہ بہت سارے متبرک اوقات ہیں، لیکن ان مقامات واوقات سے ایک مسلمان کے لئے برکت کا حصول جائز نہیں، البتہ ان میں مشروع اعمال صالحہ انجام دے کر اللہ کی ذات بابرکات سے برکت کا حصول کیا جاسکتا ہے(۱)۔

(۳) بعض اشیاء بھی مبارک ہیں، جیسے آب زمزم، اور بارش، کیونکہ اس کی برکات یہ ہیں کہ اس پانی سے انسان، مویشی اور چوپائے سیراب ہوتے ہیں، نیز میوہ جات اور درختوں کی پیدائش وپرداخت ہوتی ہے، اسی طرح شجرۂ زیتون، دودھ، گھوڑے، بکریاں، کھجور وغیرہ اشیاء بھی مبارک ہیں(۲)۔

مشروع تبرک کی کئی قسمیں ہیں، چند درج ذیل ہیں:

[۱] ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن کریم سے شرعی طریقہ کے مطابق برکت کا حصول، مطلب یہ ہے کہ دل وزبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرکے اور قرآن اور سنت پر شرعی اصولوں کے مطابق عمل پیرا ہوکر اللہ کی ذات سے برکت طلب

---

(۱) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع ص: ۱۷۰-۱۸۲۔

(۲) دیکھئے: مصدر سابق ص: ۱۸۳-۱۹۷۔

کرنا۔

قرآن کریم کی برکات میں اطمینان قلب، اطاعت پر دل کی قوت، آفات ومصائب سے شفایابی، دنیا وآخرت کی سعادت، گناہوں کی بخشش، سکینت کا نزول، نیز یہ کہ قرآن کریم اپنی تلاوت اور اس پر عمل کرنے والوں کے لئے روز قیامت سفارشی ہوگا وغیرہ شامل ہیں۔

واضح رہے کہ عین مصحف (قرآن کریم) سے برکت کا حصول نہیں کیا جاسکتا، مثلاً حصول برکت کی خاطر قرآن کریم کو گھر یا گاڑی میں رکھا جائے بلکہ برکت کا حصول اس کی تلاوت اور اس کے پیغام پر عمل کرکے ہی ہوسکتا ہے(۱)۔

[۲] نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ سے آپ کی زندگی میں مشروع طریقہ پر برکت کا حصول، کیونکہ نبی کریم ﷺ بذات خود اور آپ کی ذات مبارکہ سے متصل ہونے والی تمام چیزیں بابرکت ہیں۔ چنانچہ اسی بنیاد پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی ذات مقدسہ سے برکت حاصل کی، ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے وہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ

---

(۱) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع ص: ۲۰۱-۲۴۱۔

دوپہر کے وقت بطحاء کی جانب نمودار ہوئے (نکلے)، پھر آپ ﷺ نے وضو فرمایا، اور دو رکعت صلاۃ ظہر اور دو رکعت صلاۃ عصر پڑھی، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کو لیکر اپنے اپنے چہروں پر ملنے لگے"، ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "میں نے بھی آپ ﷺ کے ہاتھ کو لیکر اپنے چہرے پر لگایا، تو آپ کا دست مبارک برف سے زیادہ سرد اور مشک سے بھی زیادہ پاکیزہ اور خوشبودار تھا" (۱)۔

اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ منیٰ تشریف لائے، پھر جمرہ کے پاس آکر اس کی رمی فرمائی، پھر منیٰ میں اپنی منزل پر تشریف لائے اور قربانی کی اور پھر نائی سے فرمایا: "لے لو" (یعنی سر کے بال مونڈنے کا حکم دیا) اور دائیں اور پھر بائیں جانب اشارہ کیا، اور پھر ان بالوں کو لوگوں کو دینے لگے"، اور ایک روایت میں ہے کہ: "پھر آپ ﷺ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بلوایا، اور انہیں وہ بال دے دیئے، پھر بائیں جانب کو نائی کی طرف کرتے ہوئے فرمایا: "مونڈو"، نائی نے حکم کی تعمیل کی، تو آپ ﷺ نے ان بالوں کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دیتے ہوئے فرمایا: "اقسمه بين الناس" اسے

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، ۴/۲۰۰، حدیث نمبر (۳۵۵۳)۔

لوگوں میں تقسیم کردو (۱)۔

صحابۂ کرام آپ ﷺ کے کپڑوں، انگلیوں کے نشانات، وضو کے پانی اور جوٹھے وغیرہ سے تبرک حاصل کرتے تھے، اور یہ ساری چیزیں بکثرت وارد ہیں (۲)۔

اسی طرح ان اشیاء سے بھی برکت حاصل کرتے تھے جو آپ ﷺ کے جسم مبارک سے الگ ہوئی ہوں، جیسے بال (موئے مبارک)، اور اسی طرح ان اشیاء سے جنھیں آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں استعمال فرمایا اور وہ بعد از وفات باقی رہیں، جیسے کپڑے، برتن، جوتے، اسی طرح دیگر وہ ساری چیزیں جو آپ ﷺ کے جسم مبارک سے متصل تھیں (۳)۔

لیکن آپ ﷺ کی ذات گرامی پر کسی اور کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ نبی رحمت ﷺ سے کہیں منقول نہیں ہے کہ آپ نے اپنے علاوہ صحابۂ کرام رضی

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان ان السنة یوم النحر ان یرمي، ثم ینحر، ثم یحلق ...، ۲/۹۴۷، حدیث نمبر (۱۳۰۵)۔

(۲) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص: ۲۴۸-۲۵۰۔

(۳) دیکھئے: مصدر سابق، ص: ۲۵۲-۲۶۰۔

اللہ عنہم سے یا ان کے علاوہ کسی اور کی ذات سے حصول برکت کا حکم دیا ہو، اور نہ ہی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے کہیں منقول ہے کہ انھوں نے آپ ﷺ کے علاوہ کسی سے برکت حاصل کی ہو، نہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں اور نہ ہی وفات کے بعد، چنانچہ نہ تو صحابۂ کرام نے صحابہ سابقین اولین (مہاجرین وانصار) کے ساتھ ایسا کیا، نہ ہی ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے ساتھ اور نہ ہی عشرہ مبشرہ بالجنۃ (وہ دس جلیل القدر صحابۂ کرام جنھیں دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی گئی) کے ساتھ۔

امام شاطبی فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی صحابۂ کرام میں سے کسی سے اپنے سے سابق صحابۂ کرام کے تعلق سے ایسی چیز کا صدور نہ ہوا، نبی کریم ﷺ نے اپنی وفات کے بعد امت میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کسی کو نہ چھوڑا، چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے خلیفہ تھے، لیکن آپ کے ساتھ ایسا کوئی عمل نہیں کیا گیا، اور نہ ہی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ کے بعد امت میں سب سے افضل ہیں، پھر اسی طرح عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور پھر علی رضی اللہ عنہ اور دیگر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کہ امت میں ان سے افضل کوئی

نہیں، ان تمام چیزوں کے باوجود ان میں سے کسی ایک سے بھی صحیح معروف سند سے ثابت نہیں کہ کسی تبرک حاصل کرنے والے نے ان تمام صورتوں میں سے کسی بھی صورت میں تبرک حاصل کیا ہو(۱)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ علماء کرام کے علم سے فائدہ اٹھانا، ان کے وعظ و نصیحت اور دعاؤں کو سننا اور ان کے ساتھ رہ کر مجالس ذکر کی فضیلت حاصل کرنا انتہائی خیر وبرکت کا سبب اور نہایت مفید شئے ہے، لیکن ان کی ذات وشخصیات سے تبرک کا حصول نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ صرف ان کے صحیح علم پر عمل کیا جائے گا، اور ان میں جو اہل سنت وجماعت کے منہج پر عامل ہوں ان کی اقتدا اور پیروی کی جائے گی (۲)۔

[۳] زمزم نوشی سے تبرک کا حصول:

کیونکہ آب زمزم روئے زمین کا سب سے افضل پانی ہے، اسے پینے سے سیرابی حاصل ہوتی ہے اور وہ کھانے کے قائم مقام ہوتا ہے، اور اسے

(۱) الاعتصام، از امام شاطبی ۲/۸،۹، نیز دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص: ۲۶۱-۲۶۹۔

(۲) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص: ۲۶۹-۲۷۸۔

نیک نیتی کے ساتھ نوش کرنے سے بیماریوں سے شفایابی حاصل ہوتی ہے، کیوں کہ آب زمزم جس مقصد کے لئے نوش کیا جائے اس سے اس مقصد کی تکمیل ہوتی ہے، نبی کریم ﷺ نے آب زمزم کے بارے میں فرمایا:

"إنها مباركة، إنها طعام طعم [وشفاء سقيم]" (۱)۔

یہ بڑا بابرکت پانی ہے، یہ بھوکے کی غذا اور مریض کی شفایابی کا ذریعہ ہے۔

اور جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے، فرماتے ہیں:

"ماء زمزم لما شرب له" (۲)۔

آب زمزم جس مقصد کے لئے نوش کیا جائے اس سے اس مقصد کی تکمیل ہوتی ہے۔

نیز بیان کیا جاتا ہے کہ: ''نبی کریم ﷺ آب زمزم کو برتنوں اور مشکوں میں

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل أبي ذرٍ رضي الله عنه، ۴/۱۹۲۲، حدیث نمبر (۲۴۷۳)، قوسین کے درمیان کا جملہ مسند بزار، سنن بیہقی اور معجم طبرانی میں ہے، امام ہیثمی مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں کہ ''اس کے سارے رواۃ ثقہ ہیں''، ۳/۲۸۶۔

(۲) سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الشرب من ماء زمزم، ۲/۱۰۱۸، حدیث نمبر (۳۰۶۲)، امام العصر علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابن ماجہ (۲/۱۸۳) اور إرواء الغلیل (۴/۳۲۰) میں اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

بھر کر لے جاتے اور اسے مریضوں پر چھڑکتے اور انہیں پلاتے تھے'' (۱)۔

[۴] آب باراں سے برکت کا حصول:

اس میں کوئی شک نہیں کہ بارش ایک بڑی بابرکت شئے ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت رکھی ہے، وہ یوں کہ اس بارش سے لوگ مویشی اور چوپائے سیراب ہوتے ہیں، اور اسی طرح اس سے درخت اور میوے پیدا ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اس بارش کے ذریعہ ہر شئے میں زندگی کی روح ڈالتا ہے۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ بارش ہوئی، تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے جسم سے کپڑا اتارا، یہاں تک کہ بارش کا پانی آپ ﷺ کے جسم تک پہونچا، ہم نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"لأنه حديث عهد بربه" (۲)۔

---

(۱) جامع ترمذی بنحوہ، بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا، کتاب الحج، بابٌ، حدثنا ابو کریب، ۳/۲۸۶، حدیث نمبر (۹۶۳)، والبیہقی، ۵/۲۰۲، علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ترمذی (۱/۲۴۸) اور سلسلہ الأحادیث الصحیحة (۲/۵۷۲) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب صلاة الاستسقاء، باب الدعاء في الاستسقاء، ۲/۶۱۵، حدیث نمبر (۸۹۸)۔

کیوں کہ وہ ابھی ابھی اپنے رب کے پاس سے آیا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "حدیث عهد بربه" کا معنی یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے اسے مسخر فرمایا ہے'، یعنی بارش ایک رحمت ہے، جو ابھی ابھی اپنے رب کے پاس سے اللہ کی مخلوقات کی طرف آئی ہے، لہٰذا اس سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے(۱)۔

ناجائز تبرکات:

ممنوع اور ناجائز تبرکات میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ذات سے تبرک حاصل کرنا درج ذیل دوصورتوں کے علاوہ ممنوع ہے:

۱- آپ ﷺ پر ایمان لانا، آپ کی اطاعت اور اتباع کرنا۔

ایسا کرنے والا خوب خوب بھلائیوں اور اجر عظیم سے بہرہ مند ہوگا، اور دنیا وعقبیٰ کی سعادتوں سے سرفراز ہوگا۔

۲- ان تمام چیزوں سے تبرک کا حصول جو آپ ﷺ کے جسم مبارک سے جدا ہوئی ہیں، مثلاً، آپ کے کپڑے، موئے مبارک، یا برتن وغیرہ (ان تمام

(۱) صحیح مسلم بشرح امام نووی، ۶/ ۴۴۸۔

چیزوں کی تفصیل گزر چکی ہے)۔

ان دوصورتوں کے علاوہ اور کسی چیز سے برکت کا حصول جائز نہیں، چنانچہ نہ تو آپ ﷺ کی قبر مبارک سے برکت کا حصول جائز ہے، اور نہ ہی آپ کی قبر کی زیارت کی غرض سے سفر کرنا جائز ہے، سفر صرف مسجد حرام، مسجد نبوی ﷺ، اور مسجد اقصیٰ میں سے کسی مسجد کی زیارت کے لئے جائز ہے، ہاں آپ ﷺ کی قبر کی زیارت اس شخص کے لئے مستحب ہے جو مدینہ منورہ میں ہے یا پھر اس شخص کے لئے جو مسجد نبوی کی زیارت کے لئے جائے تو قبر نبی کی بھی زیارت کرے۔

زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہو کر پہلے دو رکعت تحیة المسجد ادا کرے، پھر قبر نبی کے پاس جائے اور انتہائی ادب کے ساتھ حجرہ کے بالمقابل کھڑا ہو، اور پھر نہایت ادب ووقار اور پست آواز کے ساتھ کہے:

"**السلام علیک یا رسول الله**" (ﷺ)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ زیارت کے وقت اس سے زیادہ نہیں کہتے تھے۔

اور اگر زیارت کرنے والا حسب ذیل الفاظ کہے:

"السلام عليك يا رسول الله، يا خيرة الله من خلقه، أشهد أنك رسول الله حقاً، وأنك قد بلّغت الرسالة، وأديت الأمانة، وجاهدت في الله حق جهاده، ونصحت الأمة "۔

اے اللہ کے رسول ﷺ، اے اللہ کی مخلوق میں سب برگزیدہ ذات، آپ پر سلامتی ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول برحق ہیں، اور یہ کہ آپ نے پیغام رسالت بتمام پہنچا دیا، امانت ادا کردی، اوراللہ کی راہ میں کما حقہ جہاد کیا، اورامت کونصیحت کردی۔

تو بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ مذکورہ تمام باتیں، آپ ﷺ کے اوصاف میں شامل ہیں (۱)۔

اور قبر نبوی ﷺ کے پاس اس خیال سے دعا نہ کرے کہ وہاں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے، نہ آپ سے شفاعت کا سوال کرے، نہ قبر اور بقیہ دیواروں کو چھوئے اور نہ ہی انہیں بوسہ دے (چومے)، اور ان جگہوں سے تبرک کا حصول نہ کرے جہاں آپ ﷺ بیٹھے ہوں، یا نماز ادا فرمائی ہو، اور نہ ان راستوں سے جن پر آپ چلے، اور نہ اس جگہ سے جہاں وحی نازل ہوئی، نہ

(۱) دیکھئے: مجموع فتاویٰ ابن باز فی الحج والعمرۃ، ۵/۲۸۹۔

جائے ولادت سے، نہ ہی شب ولادت سے، نہ شب اسراء ومعراج سے، اور نہ ہی ہجرت کی یادوغیرہ سے، کیوں کہ یہ ساری چیزیں ایسی ہیں جنھیں نہ اللہ تعالیٰ نے مشروع فرمایا ہے، اور نہ اللہ کے رسول ﷺ نے (۱)۔

(۲) ناجائز تبرکات میں سے صالحین (نیکوکاروں) سے برکت کا حصول بھی ہے، اس لئے نہ تو ان کی ذاتوں سے برکت کا حصول جائز ہے، اور نہ ہی ان کے آثار سے، نہ ان کی عبادات کی جگہوں سے، نہ ان کی جائے اقامت سے، نہ ان کی قبروں سے، اور نہ ہی ان کی قبروں کی زیارت کی خاطر سفر کرنا جائز ہے، نہ وہاں نماز ادا کرنا، نہ حاجات کا سوال کرنا، نہ انہیں چھونا، نہ ہی وہاں اعتکاف کرنا (چمٹ کر بیٹھنا)، اور نہ ہی ان کی تاریخ ولادت سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔

ان تمام چیزوں میں سے کچھ بھی بغرض تقرب انجام دینے والا اگر اس بات کا عقیدہ رکھے کہ یہ لوگ نقصان پہنچا سکتے ہیں یا نفع پہنچا سکتے ہیں، یا دے سکتے ہیں یا منع کر سکتے ہیں، تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اکبر کا مرتکب ہے، البتہ جو شخص ان کے تبرک کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے برکت کا خواہاں ہو تو

(۱) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع ص: ۳۱۵-۳۸۰۔

وہ شخص بھی ایک بدترین قسم کی بدعت کا مرتکب اور ایک گناؤنے عمل کا شکار ہے(۱)۔

(۳) ممنوع اور ناجائز تبرکات میں سے پہاڑوں اور دیگر مقامات سے تبرک کا حصول بھی ہے، کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کے طریقہ کے خلاف ہے، ان پہاڑوں اور جگہوں سے تبرک کے حصول سے ان کی عظمت ثابت ہوتی ہے، اور ان ساری چیزوں کو حجر اسود کو بوسہ دینے یا خانۂ کعبہ کے طواف کرنے پر قیاس کرنا جائز نہیں، کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توقیفی عبادتیں ہیں (جن میں عقل وقیاس کا کوئی دخل نہیں)۔

اور خانۂ کعبہ میں سے بھی سوائے حجر اسود اور رکن یمانی کے اور کسی چیز کا چھونا جائز نہیں، اس لئے کہ باتفاق اہل علم نبی کریم ﷺ نے حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ اور کسی چیز کو نہ چھوا(۲)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''روئے زمین پر حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ کوئی ایسی جگہ نہیں جس کا دھونا اور بوسہ دینا مشروع ہو، اور جہاں گناہ

---

(۱) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص:۳۸۱-۴۱۸۔

(۲) دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۲/۷۹۹۔

مٹائے جاتے ہوں''(۱)۔

مکہ مکرمہ کے خصائص پر گفتگو کرتے ہوئے علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''روئے زمین پر ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں ہر قدرت رکھنے والے کا جانا، اور اس جگہ پائے جانے والے گھر کا طواف کرنا واجب اور ضروری ہو سوائے مکہ کے''(۲)۔

خانۂ کعبہ کے علاوہ کسی چیز کے طواف کرنے کے حکم کے سلسلہ میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''رہا غیر کعبہ کے طواف کا مسئلہ تو وہ عظیم قسم کی حرام بدعات میں سے ہے، اور جس نے اسے دین سمجھ لیا ہو، اس سے توبہ کروائی جائے، اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے''(۳)۔

مقام ابراہیم، حطیم اور مسجد حرام کی کسی دیوار کو چھونا جائز نہیں، اور نہ ہی حراء پہاڑی (جسے جبل نور بھی کہا جاتا ہے) سے تبرک لینا جائز ہے، نہ اس کی

---

(۱) زاد المعاد في هدي خير العباد، از علامہ ابن القیم، ۱/۴۸۔

(۲) زاد المعاد في هدي خير العباد، از علامہ ابن القیم، ۱/۴۸۔

(۳) مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۲۶/۱۲۱۔

زیارت مشروع ہے، نہ ہی اس پر چڑھنا اور نماز کی غرض سے اس کا قصد کرنا جائز ہے، اسی طرح جبل ثور سے برکت حاصل کرنا، اور اس کی زیارت کرنا بھی جائز نہیں ہے، اور نہ ہی جبل عرفات، جبل ابوقبیس، اور جبل ثبیر وغیرہ کی زیارت کرنا مشروع ہے، اور نہ ہی (عہد نبوی سے معروف) گھروں سے برکت حاصل کرنا جائز ہے، خواہ دار ارقم ہو یا دیگر دیار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اسی طرح کوہ طور کی زیارت کرنا اور اس کے لئے سفر کرنا بھی جائز نہیں، اور نہ ہی کسی بھی قسم کے درختوں اور پتھروں سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے(۱)۔

ممنوع تبرکات کے اسباب:

ممنوع تبرکات کے اسباب میں سے دین سے جہالت، نیکو کاروں کے سلسلہ میں غلو، کفار کی مشابہت اور مکانی آثار ونشانات کی تعظیم کرنا وغیرہ ہیں(۲)۔

ممنوع تبرکات کے آثار ومظاہر:

ممنوع تبرکات کے آثار ومظاہر بہ کثرت ہیں، علی سبیل المثال ان میں سے

(۱) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص: ۴۱۹-۴۶۴۔

(۲) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص: ۴۲۰-۴۸۱۔

چند درج ذیل ہیں:

شرک اکبر، اگر تبرک فی نفسہ شرک ہو تو وہ ناجائز تبرکات کا سب سے عظیم اور خطرناک مظہر ہے، اور اگر تبرک شرک اکبر تک پہنچنے کا ذریعہ ہو تو اس کا شمار شرک اکبر کے وسائل میں سے ہوگا۔

اسی طرح ناجائز تبرکات کے مظاہر میں سے دین میں بدعت کی ایجاد، گناہوں کا ارتکاب، قسم قسم کے جھوٹ کا شکار ہونا، نصوص کی تحریف اور باطل تاویلات، سنتوں کا ضیاع، جاہلوں کو دھوکہ میں ڈالنا، اور نسلوں کو برباد کرنا، وغیرہ یہ ساری چیزیں ناجائز وحرام تبرکات کے آثار ومظاہر ہیں۔

ناجائز وممنوع تبرکات کے دفاع کے وسائل وذرائع:

ناجائز تبرکات کے دفاع کے چند وسائل درج ذیل ہیں:

علم کی نشر واشاعت، صحیح اور حق منہج کی دعوت، غلو اور ناجائز تبرکات کے وسائل کا ازالہ، اور اس طرح کے دیگر تمام ذرائع کا خاتمہ وغیرہ(۱)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ کتاب التوحید کی تعلیق میں ''باب من تبرک بشجرۃ او

(۱) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص: ۴۸۳-۵۰۶، واقتضاء الصراط المستقیم، از ابن تیمیہ، ص: ۷۹۵-۸۰۲، وکتاب التوحید، از ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان، ص: ۹۳۔

حجرة اونحوها" (درخت یا پتھر سے تبرک کے حصول کا بیان) کے تحت فرماتے ہیں: "یعنی یہ شرک اور مشرکین کے اعمال میں سے ہے، اس لئے کہ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی بھی درخت، پتھر، جگہ اور مشاہد وغیرہ سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ تبرک ان اشیاء میں غلو ہے، جس کا انجام رفتہ رفتہ انہیں پکارنا اور ان کی عبادت کرنا ہے، اور یہی شرک اکبر ہے جیسا کہ اس سلسلہ میں حدیث گزر چکی ہے، اور یہ حکم تمام چیزوں کو عام ہے، حتیٰ کہ مقام ابراہیم، حجرۂ نبوی ﷺ، قبۂ بیت المقدس اور اس کے علاوہ دیگر مقامات مقدسہ بھی اس میں شامل ہیں۔

رہا خانۂ کعبہ میں حجر اسود کو چھونا اور چومنا، اور رکن یمانی کو چھونا، تو یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کی تعظیم، اور اس کی عظمت وجلال کے سامنے سرتسلیم خم کرنا ہے، جو کہ عبادت کی روح ہے۔

چنانچہ یہ باری تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی عبادت ہے، اور وہ مخلوق کی تعظیم اور اس کی عبادت ہے، اور ان دونوں کے درمیان اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ اللہ تعالیٰ کو پکارنے اور مخلوق کو پکارنے کے درمیان ہے، کہ اللہ تعالیٰ کو پکارنا اور اس کی

دہائی دینا توحید واخلاص ہے، اور مخلوق کو پکارنا شرک باللہ ہے(١)۔

[٦] مختلف قسم کی منکر بدعات:

یہ بہت ہیں، بطور مثال چند بدعات درج ذیل ہیں:

١- جہری نیت کرنا: مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ: "نويت أن أصلي لله كذا و كذا" (میں نیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اتنی نماز پڑھوں گا) یا "نويت أن أصوم هذا اليوم فرضاً أو نفلاً لله تعالى" (میں نیت کرتا ہوں کہ آج اللہ تعالیٰ کے لئے فرض یا نفل روزہ رکھوں گا) یا یہ کہے کہ "نويت أن أتوضأ، أو نويت أن أغتسل، أو نحو ذلك" (میں وضو کرنے کی نیت کرتا ہوں، یا غسل کرنے کی نیت کرتا ہوں، وغیرہ)۔

اس طرح زبان سے بول کر نیت کرنا بدعت ہے، کیوں کہ یہ نبی کریم ﷺ کی سنت سے ثابت نہیں ہے، اور اس لئے بھی کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قل أتعلمون الله بدينكم والله يعلم ما في السماوات وما في الأرض والله بكل شيء عليم﴾(٢)۔

---

(١) القول السديد في مقاصد التوحيد، ص: ٥١۔

(٢) سورة الحجرات: ١٦۔

کہہ دیجئے! کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دینداری سے آگاہ کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے جو آسمانوں اور زمین میں ہے بخوبی آگاہ ہے، اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

نیت کی جگہ دل ہے، اس لئے کہ نیت قلبی عمل ہے نہ کہ زبانی عمل، حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نیت دل کے ارادے کا نام ہے، اس لئے کسی بھی قسم کی عبادت کے سلسلہ میں جو چیز دل میں ہو اسے زبان سے کہنا واجب نہیں''(۱)۔

۲- نمازوں کے بعد اجتماعی ذکر و دعاء: مشروع یہ ہے کہ ہر شخص انفرادی طور پر ذکر و دعا کرے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ پنجوقتہ نمازوں کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے، اور جس طرح آپ ﷺ نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو سکھلایا تھا، کیونکہ صحابۂ کرام ہی نبی کریم ﷺ کی سنتوں کو عملی جامہ پہنانے والے تھے، لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ اجتماعی ذکر و دعاء بدعت اور نبی کریم ﷺ کی سنت کے خلاف ہے۔

۳- مردوں کی روحوں پر فاتحہ خوانی، یا مردوں پر فاتحہ خوانی، یا مردوں کے

(۱) جامع العلوم والحکم، ۹۲/۱۔

حق میں دعا کرنے کے بعد یا خطبۂ نکاح کے وقت فاتحہ خوانی وغیرہ:

یہ ساری چیزیں انتہائی بدترین قسم کی بدعات ہیں جو نہ تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں، اور نہ ہی انہیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے انجام دیا ہے، حالانکہ وہ نبی کریم ﷺ کے احوال کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے، لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ بدترین قسم کی نو ایجاد بدعت ہے۔

۴- مردوں پر ماتم اور بین کرنا، کھانے پکوانا اور اجرت پر قاریوں کو لا کر قرآن خوانی کرانا وغیرہ:

یہ ساری چیزیں لوگ بطور تعزیت اور اس خوش فہمی میں انجام دیتے ہیں کہ یہ میت کے حق میں نفع بخش ہیں، حالانکہ یہ ساری چیزیں بدعت اور وہ طوق اور بیڑیاں ہیں جن کی کوئی دلیل اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمائی ہے۔

۵- صوفیوں کے وہ مختلف اذکار اور دعائیں (بھی بدعت ہیں) جو سنت رسول ﷺ کی مخالف ہیں، خواہ صیغہ میں مخالف ہوں یا ہیئت اور وقت میں مخالف ہوں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردٌّ" (۱)۔

(۱) اس حدیث کی تخریج ص (۵۲) میں گزر چکی ہے۔

جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔

۶- قبروں پر عمارت کی تعمیر، انہیں سجدہ گاہ بنانا، ان پر مسجد کی تعمیر کرنا، ان میں مردوں کو دفنانا، قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا، تبرک کی خاطر ان کی زیارت کرنا، ان قبروں میں مدفون یا ان کے علاوہ دیگر اموات سے وسیلہ لینا، ان کی قبروں کے پاس نماز ادا کر کے یا دعا کر کے تبرک حاصل کرنا، عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا، اور ان پر چراغاں کرنا وغیرہ، یہ ساری چیزیں انتہائی گھناؤنی اور قبیح قسم کی بدعات ہیں(۱)۔

نواں مطلب: بدعتی کی توبہ:

اس میں کوئی شک نہیں کہ بدعت گناہوں سے خطرناک ہے، کیونکہ جب انسان پر گناہوں کا ڈھیر لگ جاتا ہے، اور وہ اسی پر مصر رہتا ہے تو وہ گناہ اسے ہلاک و برباد کر دیتے ہیں، لیکن بدعت ان سے کہیں زیادہ ہلاکت انگیز ہے، جیسا کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ابلیس لعین کو گناہوں کی بہ نسبت بدعت زیادہ محبوب ہے، کیونکہ گناہوں سے تو توبہ کر لی جاتی ہے لیکن

(۱) دیکھئے: کتاب التوحید، از ڈاکٹر صالح فوزان الفوزان، ص: ۹۴۔

بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی''(۱)۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سلف کے قول "إن البدعة لا يتاب منها" (بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی) کا مطلب یہ ہے کہ بدعتی کسی ایسی چیز کو جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مشروع نہ کیا ہو، جب اسے دین سمجھ لیتا ہے تو اسے اس کی یہ بدعملی اچھی اور خوبصورت معلوم ہوتی ہے، اور جب وہ اسے اچھی معلوم ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ اس سے توبہ نہیں کر سکتا، کیونکہ توبہ کی ابتداء ہی انسان کے اس شعور سے ہوتی ہے کہ اس کا عمل بُرا ہے اس سے توبہ کر لینی چاہئے، اسی طرح اس شعور سے ہوتی ہے کہ وہ کسی واجب یا مستحب عمل کا تارک ہے، اسے تائب ہو کر اس نیک عمل کو انجام دینا چاہئے، لیکن جب وہ اپنے کسی عمل کو اچھا تصور کر رہا ہے، حالانکہ وہ فی نفسہ برا ہے، تو ظاہر ہے اس سے توبہ نہیں کر سکتا(۲)۔

پھر فرماتے ہیں: ''البتہ توبہ اس طور پر ممکن اور واقع ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے کر اس کی رہنمائی فرمائے، یہاں تک کہ حق اس کے لئے آشکارا

(۱) شرح السنۃ، از امام بغوی، ۱/۲۱۶۔

(۲) مجموع فتاوی، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۱۰/۹۔

ہوجائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سارے کفار ومنافقین اور اہل بدعت و ضلالت کو ہدایت عطا فرمائی''(۱)۔

نیز فرماتے ہیں: ''جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ بدعتی کی توبہ مطلقاً قبول نہ ہوگی، ایسے لوگ انتہائی فاش غلطی کا شکار ہیں''(۲)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی اس گفتگو کے ذریعہ بدعتی کی توبہ کی عدم قبولیت والی حدیث کی بڑی واضح تشریح فرمائی ہے، وللہ الحمد۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إن الله حجب التوبة عن صاحب كل بدعة" (۳)۔

اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی سے توبہ کو روک دیا ہے۔

اس حدیث کے مفہوم کی وضاحت ابھی ابھی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

---

(۱) مجموع فتاوی، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۱۰/ ۹-۱۰۔

(۲) مصدر سابق، ۱۱/ ۶۸۵۔

(۳) المعجم الأوسط للطبراني، ۸/۶۲، حدیث نمبر (۴۷۱۳)، [مجمع البحرين في زوائد المعجمين]، امام ہیثمی مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں: ''اس حدیث کے رواۃ صحیح بخاری کے رواۃ ہیں، سوائے ہارون بن موسیٰ فروی کے، اور وہ بھی ثقہ ہیں''، ۱۰/ ۱۸۹، نیز اس حدیث کی سند کو علامہ البانی نے ''سلسلة الأحاديث الصحيحة'' میں صحیح قرار دیا ہے، ۴/۱۵۴، حدیث نمبر (۱۶۲۰) اور اس کی دیگر سندیں ذکر کی ہیں۔

کی گفتگو سے ہوئی، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض نصوص سے بعض نصوص کی تفسیر ہوتی ہے، اور اللہ عزوجل نے اپنے بندوں سے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ وہ توبہ کرنے والوں کی توبہ حسب ذیل شرطوں کے ساتھ قبول فرماتا ہے:

☆ اپنے جرائم اور غلطیوں سے باز آجائیں۔

☆ سابقہ جرائم پر نادم ہوں، اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم کریں۔

☆ اگر جرائم حقوق العباد سے متعلق ہوں تو انہیں حقداروں کو واپس کریں۔

مشرکین، قاتلین اور زناکاروں کا ذکر کرنے اور انہیں ذلت واہانت کی وعید سنانے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إلا من تاب و آمن وعمل عملاً صالحاً فأولئك يبدل الله سيئاتهم حسنات وكان الله غفوراً رحيماً﴾(۱)۔

سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں، ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل

---

(۱) سورۃ الفرقان: ۷۰۔

دیتا ہے،اور اللہ تعالیٰ بخشنے ولا مہربانی کرنے والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وإني لغفار لمن تاب و آمن وعمل صالحاً ثم اهتدى﴾(۱)۔

اور یقیناً میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں ایمان لائیں، نیک عمل کریں،اور راہ راست پر بھی رہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قل يا عبادي الذين أسرفوا على أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله يغفر الذنوب جميعاً إنه هو الغفور الرحيم﴾(۲)۔

(میری جانب سے) کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بالیقیں اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی

---

(۱) سورۃ طہ:۸۲۔

(۲) سورۃ الزمر:۵۳۔

رحمت والا ہے۔

مزید ارشاد باری ہے:

﴿ومن يعمل سوءاً أو يظلم نفسه ثم يستغفر الله يجد الله غفوراً رحيماً﴾(۱)۔

جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا' مہربان پائے گا۔

اور یہ توبہ ملحدوں، کافروں، مشرکوں، بدعتیوں اور ان کے علاوہ ان تمام لوگوں کو شامل ہے جو اپنے گناہوں اور معاصی سے توبہ کرلیں، بشرطیکہ توبہ کے شرائط مکمل ہوں۔ وللہ الحمد

دسواں مطلب: بدعات کے آثار ونقصانات:

بدعات کے انتہائی خطرناک آثار، بھیانک نتائج اور تباہ کن نقصانات ہیں، چند حسب ذیل ہیں:

(۱) بدعات کفر کی ڈاک ہیں، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی

---

(۱) سورۃ النساء:۱۱۰۔

کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”لا تقوم الساعة حتى تأخذ أمتي بأخذ القرون قبلها شبراً بشبرٍ، وذراعاً بذراعٍ“ فقيل: يا رسول الله ، كفارس والروم؟ فقال: ”ومن الناس إلا أولئك“(۱)۔

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ میری امت اپنے سے پہلے لوگوں کی راہوں پر نہ چلے، بالشت بہ بالشت اور ہاتھ بہ ہاتھ، دریافت کیا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ، کیا اہل فارس و روم کی طرح؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ان کے علاوہ اور کس کی طرح؟!!۔

اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”لتتبعُن سنن من كان قبلكم، شبراً بشبرٍ، وذراعاً بذراعٍ، حتىٰ لو دخلوا جحر ضبٍ تبعتموهم“ قلنا: يا رسول الله ، اليهود والنصارىٰ؟ قال:”فمن“(۲)۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبي ﷺ: ”لتتبعن سنن من كان قبلكم“، ۸/۱۹۱، حدیث نمبر(۷۳۱۹)۔

(۲) متفق علیہ، صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبي ﷺ: ”لتتبعن ==

تم لوگ ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کی راہوں کی پیروی کروگے، بالشت بہ بالشت اور ہاتھ بہ ہاتھ، یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں بھی داخل ہوئے ہوں گے تو ان کی پیروی میں تم بھی اس میں داخل ہوگے“ ہم نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول ﷺ، کیا یہود ونصاریٰ کی؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ان کے علاوہ اور کس کی“۔

(۲) بلا علم اللہ پر جھوٹ بات کہنا، کیونکہ جو شخص بھی بدعتیوں کو دیکھے گا اور ان کے حالات کا جائزہ لے گا، وہ لوگوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر سب سے زیادہ جھوٹ باندھنے والا انہی کو پائے گا، جب کہ اللہ رب العالمین نے اپنی ذات پر جھوٹ بات منسوب کرنے سے ڈرایا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿ولو تقول علينا بعض الأقاويل، لأخذنا منه باليمين، ثم لقطعنا منه الوتين﴾(۱)۔

== سنن من کان قبلکم“، ۸/۱۹۱، حدیث نمبر(۷۳۲۰)، وصحیح مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیھود والنصاری، ۴/۲۰۵۴، حدیث نمبر(۲۶۶۹)۔

(۱) سورۃ الحاقہ: ۴۴تا۴۶۔

اور اگر یہ ہم پر کوئی جھوٹی بات گھڑ لیتا، تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اور پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے۔

اور نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات پر جھوٹ منسوب کرنے سے متنبہ فرمایا ہے، اور ایسا کرنے والے کے لئے سخت عذاب کی وعید فرمائی ہے، ارشاد نبوی ہے:

"من تعمد علي كذباً فليتبوأ مقعده من النار" (۱)۔

جس نے جان بوجھ کر میری طرف کوئی جھوٹ بات منسوب کی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

(۳) بدعتیوں کا سنت اور اہل سنت سے بغض رکھنا: اس سے بدعات کی خطرناکی کی وضاحت ہوتی ہے۔ امام اسماعیل بن عبد الرحمٰن صابونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اہل بدعت کی نشانیاں ظاہر و باہر ہیں، ان کی سب سے واضح علامت یہ ہے کہ وہ حاملین سنت رسول ﷺ سے شدید دشمنی اور عداوت رکھتے

---

(۱) متفق علیہ، بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ، صحیح البخاری، کتاب العلم، باب إثم من کذب علی النبي ﷺ، ۱/۴۱، حدیث نمبر (۱۰۸)، وصحیح مسلم، المقدمة، باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ ﷺ، ۱/۷، حدیث نمبر (۲)۔

ہیں، اور انہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں" (۱)۔

(۴) بدعتی کے عمل کی عدم قبولیت: کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌّ"۔

جس کسی نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردٌّ" (۲)۔

جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔

(۵) بدعتی کا برا انجام: کیونکہ شیطان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ انسان کو مختلف گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں جالے، چنانچہ اس کی سب سے پہلی گھاٹی شرک باللہ ہے، اگر بندۂ مومن اس گھاٹی سے نجات پا لیتا ہے، تو وہ اسے بدعت کی گھاٹی پر طلب کرتا اور دعوت دیتا ہے۔

اس سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ بدعات عام گناہوں کی بہ نسبت

---

(۱) عقیدة اهل السنة واصحاب الحدیث، ص: ۲۹۹۔

(۲) اس حدیث کی تخریج ص (۵۲) میں گذر چکی ہے۔

زیادہ خطرناک ہیں(۱)۔

اسی لئے سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: ''ابلیس لعین کو گناہوں کی بہ نسبت بدعت زیادہ محبوب ہے، کیونکہ گناہوں سے تو توبہ کرلی جاتی ہے لیکن بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی''(۲)۔

اکثر وبیشتر ایسا ہی ہوتا ہے، البتہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔

(۶) بدعتی کی سمجھ کا الٹا ہوجانا: چنانچہ بدعتی نیکی کو بدی اور بدی کو نیکی، اسی طرح سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت سمجھتا ہے، حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

"واللہ لتفشون البدع حتی إذا ترك شيء منها، قالوا: "ترکت السنة"(۳)۔

---

(۱) دیکھئے: مدارج السالکین، از ابن القیم، ۲۲۲/۱۔

(۲) شرح السنۃ، از امام بغویؒ، ۲۱۶/۱۔

(۳) اس اثر کی تخریج امام محمد بن وضاح نے ''کتاب فیہ ماجاء في البدع'' میں کی ہے، ص:۱۲۴، حدیث نمبر(۱۶۲)، اس طرح کے دیگر آثار کیلئے دیکھئے مذکورہ کتاب کا صفحہ ۱۲۴-۱۵۶۔

اللہ کی قسم بدعات اس طرح عام ہو جائیں گی کہ اگر ان میں سے کوئی چیز چھوڑ دی جائے گی، تو لوگ کہیں گے کہ سنت چھوڑ دی گئی۔

(۷) بدعتی کی شہادت (گواہی) اور روایت کی عدم قبولیت: تمام اہل علم، محدثین، فقہاء اور اصحاب اصول کا اس بات پر اجماع ہے کہ کفریہ بدعت والے بدعتی کی روایت قبول نہ کی جائے گی، البتہ جس کی بدعت کفریہ نہ ہو اس کی روایت قبول کرنے کے سلسلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ اگر وہ اپنی بدعت کی طرف لوگوں کو دعوت نہ دیتا ہو تو اس کی روایت قبول کی جائے گی، اور اگر اس کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہو تو قبول نہ کی جائے گی(۱)۔

(۸) بدعتی سب سے زیادہ فتنوں سے دوچار ہوتے ہیں: جب کہ اللہ تعالیٰ نے فتنوں سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿واتقوا فتنةً لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة واعلموا أن الله شديد العقاب﴾(۲)۔

---

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم بشرح نووی، ۱۷۶/۱۔

(۲) سورۃ الأنفال: ۲۵۔

اور ایسے فتنہ سے بچو جو صرف تم میں سے ظلم کرنے والوں ہی پر نہ واقع ہوگا، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿فلیحذر الذین یخالفون عن أمره أن تصیبهم فتنة أو یصیبهم عذاب ألیم﴾ (۱)۔

سنو جو لوگ حکم رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر زبردست آفت نہ آپڑے یا انھیں دردناک عذاب نہ پہونچے۔

کیا سنت رسول ﷺ کی مخالفت اور آپ کے حکم کی نافرمانی سے زیادہ خطرناک کوئی اور فتنہ ہوسکتا ہے؟؟ نبی کریم ﷺ نے فتنوں کے وقوع سے قبل اعمال صالحہ کی ترغیب دلائی ہے، ارشاد ہے:

"بادروا بالأعمال فتناً كقطع الليل المظلم، يصبح الرجل مؤمناً ويمسي كافراً، أو يمسي مؤمناً ويصبح كافراً، يبيع

(۱) سورۃ النور:۶۳۔

دینه بعرضٍ من الدنیا" (۱)۔

ان فتنوں کے وقوع سے پہلے نیک اعمال کی طرف سبقت اور جلدی کرو جو شب دیجور کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے، کہ آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر، یا شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر، اپنے دین کو ایک دنیوی سامان کے عوض فروخت کردے گا۔

(۹) بدعتی شریعت میں نکتہ چینی کرتا ہے: کیونکہ اپنی بدعت کے ذریعہ وہ اپنے آپ کو شریعت ساز اور دین کی تکمیل کرنے والے کی حیثیت سے کھڑا کرتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تکمیل فرمادی ہے، اور اپنی نعمت تمام کردی ہے، ارشاد باری ہے:

﴿الیوم أکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتي ورضیت لکم الإسلام دیناً﴾ (۲)۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت

(۱) صحیح مسلم، بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، کتاب الإیمان، باب الحث علی المبادرة بالأعمال قبل تظاهر الفتن، ۱/۱۱۰، حدیث نمبر (۱۱۸)۔

(۲) سورۃ المائدہ:۳۔

پوری کردی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرمالیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ اس نے قرآن کریم میں ہر چیز کو کھول کھول کر بیان فرمادیا ہے، ارشاد ہے:

﴿ونزلنا عليك الكتاب تبياناً لكل شيء وهدى ورحمة وبشرى للمسلمين﴾(۱)۔

اور ہم نے آپ (ﷺ) پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے، جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہے، اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کے لئے۔

(۱۰) بدعتی پر حق وباطل گڈمڈ ہوجاتے ہیں: کیونکہ علم ایک نور ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ہدایت عطافرماتا ہے، اور بدعتی اس تقویٰ سے محروم ہوتا ہے جس کے ذریعہ اصابت حق کی توفیق نصیب ہوتی ہے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا إن تتقوا الله يجعل لكم فرقاناً ويكفر عنكم سيئاتكم ويغفر لكم والله ذو الفضل

(۱) سورۃ النحل: ۸۹۔

العظيم﴾(۱)۔

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہوگے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہوں کو دور کردے گا، اور تم کو بخش دے گا، اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔

(۱۱) بدعتی اپنا اور اپنے متبعین کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے گا:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من دعا إلى هدى كان له من الأجر مثل أجور من تبعه لا ينقص ذلك من أجورهم شيئاً، ومن دعا إلى ضلالةٍ كان عليه من الإثم مثل آثام من تبعه لا ينقص ذلك من آثامهم شيئاً"(۲)۔

جس نے کسی کو ہدایت کی بات کی طرف دعوت دی تو اسے اسی طرح اجروثواب ملے گا جس طرح اس پر عمل کرنے والے کو، لیکن ان کے ثوابوں میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوگی، اور جس نے کسی کو گمراہی کی

(۱) سورۃ الأنفال: ۲۹۔

(۲) صحیح مسلم، ۴/۲۰۶۰، حدیث نمبر (۲۶۷۴)، مفصل تخریج ص (۶۳) میں گزر چکی ہے۔

بات کی طرف بلایا، اسے اتنا ہی گناہ ملے گا جتنا اس گمراہی پر عمل کرنے والے کو، لیکن ان کے گناہوں میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوگی۔

(۱۲) بدعت بدعتی کو لعنت کا مستحق بناتی ہے: چنانچہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں بدعت ایجاد کرنے والے کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا:

"من أحدث فيها حدثاً أو آوى محدثاً فعليه لعنة الله، والملائكة، والناس أجمعين، لايقبل الله منه صرفاً ولاعدلاً"(۱)۔

جس نے مدینہ میں کوئی بدعت ایجاد کی، یا کسی بدعتی کو پناہ دی، اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اس کی کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہ فرمائے گا۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ حدیث عموم کے سیاق میں ہے، لہٰذا

(۱) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب إثم من آوی محدثاً، ۸/۱۸۷، حدیث نمبر (۳۷۰۶)، وصحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ، ودعاء النبي ﷺ فیھا بالبرکۃ، ۲/۹۹۴، حدیث نمبر (۱۳۶۶)۔

اس میں شریعت کی منافی ہر نئی چیز شامل ہے، اور بدعت سب سے بدترین شئے ہے''(۱)۔

(۱۳) قیامت کے روز بدعتی کو رسول اللہ ﷺ کے حوض کوثر سے پینے سے روک دیا جائے گا:

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"أنا فرطكم على الحوض، من ورد شرب ومن شرب لم يظمأ أبداً، وليردن علي أقوامٌ أعرفهم ويعرفونني، ثم يحال بيني وبينهم" (۲)۔

میں حوض کوثر پر تمہارا پیش رفت ہوں گا، جو بھی آئے گا نوش کرے گا، اور جو بھی نوش کرے گا اسے پھر کبھی پیاس نہ لگے گی، اور میرے پاس کچھ لوگ ایسے آئیں گے جنھیں میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے

(۱) الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۶۹۔

(۲) متفق علیہ: البخاری، کتاب الرقائق، باب في حوض النبي ﷺ، ۷/۲۶۴، ومسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبینا ﷺ وصفاتہ، ۴/۱۷۹۳، حدیث نمبر (۲۲۹۰)۔

ہوں گے، پھر میرے اوران کے درمیان دیوار حائل کردی جائے گی۔

اورایک روایت میں ہے کہ میں کہوں گا: "إنهم مني" یہ میرے امتی ہیں'' تو کہا جائے گا:"إنك لا تدري ما أحدثوا بعدك" آپ (ﷺ) نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کر لی تھیں، تو میں کہوں گا: "سحقاً سحقاً لمن غير بعدي" ایسے لوگوں کو مجھ سے دور ہٹاؤ جنھوں نے میرے بعد میرے دین میں تبدیلیاں کر لی تھیں'' (۱)۔

اور شقیق سے بروایت عبداللہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"يا رب أصحابي أصحابي، فيقال: إنك لا تدري ما أحدثوا بعدك" (۲)۔

(کہ میں کہوں گا) اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں، یہ میرے

(۱) البخاری، کتاب الرقائق، باب في حوض النبي ﷺ، ۷/۲۶۴، حدیث نمبر (۶۵۸۳)۔

(۲) متفق علیہ: البخاری، کتاب الرقائق، باب في حوض النبي ﷺ، ۷/۲۶۲، حدیث نمبر (۶۵۷۵)، ومسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا ﷺ وصفاته، ۴/۱۷۹۶، حدیث نمبر (۲۲۹۷)۔

اصحاب ہیں، تو کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کر لی تھیں۔

نیز اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إني على الحوض حتى أنظر من يرد علي منكم، وسيؤخذ ناسٌ من دوني فأقول: يا رب مني ومن أمتي، فيقال: هل شعرت ما عملوا بعدك، والله مابرحوا يرجعون على أعقابهم"، فكان ابن أبي مليكة يقول: "اللهم إنا نعوذبك أن نرجع على أعقابنا أو أن نفتن في ديننا" (۱)۔

میں حوض کوثر پر ہوں گا تاکہ تم میں جولوگ میرے پاس آتے ہیں انہیں دیکھوں، اور کچھ لوگوں کو مجھ سے ہٹا دیا جائے گا، تو میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ مجھ سے اور میری امت کے لوگ ہیں، تو کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا عمل کیا؟

(۱) متفق علیہ: البخاری، کتاب الرقائق، باب في حوض النبي ﷺ، ۷/۲۶۶، حدیث نمبر (۶۵۹۳)، ومسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا ﷺ وصفاته، ۴/۱۷۹۴، حدیث نمبر (۲۲۹۳)۔

اللہ کی قسم! یہ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ گئے تھے''، چنانچہ ابن ابوملیکہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: اے اللہ ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں کہ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹیں، یا اپنے دین میں فتنہ سے دوچار ہوں۔

(۱۴) بدعتی ذکر الٰہی سے اعراض کرنے والا ہوتا ہے: کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول ﷺ کی زبانی ہمارے لئے کچھ اذکار اور دعائیں مشروع فرمائی ہیں، جن میں سے کچھ اذکار مقید ہیں مثلاً، پنجوقتہ نمازوں کے بعد کے اذکار، صبح وشام کی دعائیں، سونے اور بیدار ہونے کے وقت کے اذکار وغیرہ، اور کچھ مطلق ہیں جن کے لئے کسی زمان یا مکان کی قید نہیں ہے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿یا أیها الذین آمنوا اذکروا الله ذکراً کثیراً، وسبحوه بکرة وأصیلا﴾(۱)۔

اے ایمان والو! اللہ کا خوب خوب ذکر کرو، اور صبح وشام اس کی پاکیزگی بیان کرو۔

لیکن بدعتی ان اذکار اور دعاؤں سے اعراض کرتے ہیں، اپنی بدعات میں

(۱) سورۃ الاحزاب: ۴۱، ۴۲۔

مشغول رہنے اور اس فتنہ میں پڑنے کے سبب، یا مشروع اذکار اور دعاؤں کو بدعی اذکار اور دعاؤں سے تبدیل کردینے کے سبب، انھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مشروع کردہ اذکار کو ترک کر رکھا ہے، اور اس بنیاد پر وہ ذکر الٰہی سے غافل ہیں(۱)۔

(۱۵) بدعتی حق کو چھپاتے ہیں اور اپنے متبعین سے حق کو پوشیدہ رکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان جیسے لوگوں کو لعنت کی وعید سنائی ہے، ارشاد ہے:

﴿إن الذین یکتمون ما أنزلنا من البینات والهدی من بعد ما بیناه للناس في الکتاب أولئک یلعنهم الله ویلعنهم اللاعنون﴾(۲)۔

جو لوگ ہماری نازل کردہ دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کرچکے ہیں' ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہوتی ہے۔

(۱) دیکھئے: تنبیہ اولي الأبصار إلی کمال الدین ...، از ڈاکٹر صالح سعد سحیمی، ص: ۱۸۹۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۱۵۹۔

(۱۶) بدعتی کا عمل اسلام سے نفرت دلاتا ہے: چنانچہ جب بدعتی اپنی بدعت کے خرافات پر عمل کرتا ہے تو یہ چیز دشمنانِ اسلام کے دین اسلام سے ٹھٹھا اور استہزاء کرنے کا سبب بنتی ہے، جب کہ دین اسلام ان تمام بدعات سے بری ہے(۱)۔

(۱۷) بدعتی امت میں تفرقہ پیدا کرتا ہے: اس لئے کہ بدعتی اور اس کے متبعین اس بدعت کے ذریعہ مسلمانوں میں تفریق پیدا کرتے ہیں، جس کے نتیجہ میں وہ گروہوں اور مختلف ٹولیوں میں بٹے نظر آتے ہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين فرقوا دينهم و كانوا شيعاً لست منهم في شيء إنما أمرهم إلى الله ثم ينبئهم بما كانوا يفعلون﴾(۲)۔

بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کرلیا اور گروہ گروہ بن گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، بس ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے، پھر اللہ تعالیٰ انہیں ان کے کئے کی خبر کردے گا۔

---

(۱) دیکھئے: تنبيه اولي الأبصار إلى كمال الدين...، از ڈاکٹر صالح سعد سحیمی ص:۱۹۵۔

(۲) سورۃ الأنعام:۱۵۹۔

(۱۸) ایسا بدعتی جو اپنی بدعت کو علانیہ طور پر بیان کرتا اور اس کی تشہیر کرتا ہو، امت کو اس کی بدعت سے متنبہ کرنے کے لئے اس کی غیبت جائز ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بدعت کو ظاہر کرنے والا شخص فسق کے ظاہر کرنے والے کی بہ نسبت زیادہ خطرناک ہے۔

غیبت کتاب وسنت کی روشنی میں حرام ہے، لیکن شرعی مقاصد کے تحت مندرجہ ذیل چھ امور میں غیبت جائز ہے(۱) :

ظلم کی شکایت کی غرض سے، منکر کی تبدیلی پر مدد طلبی کی خاطر، استفتاء کے لئے، مسلمانوں کو کسی شر وفساد سے محفوظ رکھنے کے لئے، اسی طرح جب کوئی شخص اپنے فسق اور بدعت کو علانیہ طور پر ظاہر کرتا ہو، اور کسی کا تعارف (پہچان) کروانے کے لئے(۲)۔

اور کسی شاعر نے ان چھ اسباب کو حسب ذیل دو شعروں میں یوں جمع کیا ہے:

---

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم بشرح نووی، ۱۶/۱۴۲، نیز دیکھئے: تنبيه اولي الأبصار.. .از ڈاکٹر صالح سعد سحیمی ،ص:۱۸۹۔

(۲) دیکھئے: فتح الباري شرح صحيح البخاري، از حافظ ابن حجر، ۱۰/۴۷۱، ۷/۸۶۔

القــدح ليس بغيبــة فــي ســتة

متـــظلمٍ ومــعرفٍ ومحـــذرٍ

ومجاهرٍ فسقاً ومستفتٍ ومن

طلب الإعانة في إزالة منكرٍ(١)

چھ امور میں بُرائی غیبت نہیں ہے: ظلم کی شکایت میں، تعارف کے لئے، کسی شر سے بچانے کے لئے، علانیہ فسق کرنے والے کے بالمقابل، فتوی طلب کرنے والے کے لئے، اور کسی منکر کے ازالہ کی خاطر مدد طلب کرنے والے کے لئے۔

(۱۹) بدعتی اپنی خواہشات نفسانی کا پیروکار، شریعت کا باغی اور اس کی مخالفت کرنے والا ہوتا ہے(۲)۔

(۲۰) بدعتی اپنے آپ کو شارع کے درجہ میں سمجھتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے شریعت کے اصول وضع فرمائے ہیں، اور مکلفین پر ان اصولوں اور ان

(۱) دیکھئے: شرح العقیدة الطحاویة، از ابن ابوالعز، ص: ۴۳۔

(۲) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۶۱۔

راہوں پر چلنا لازمی قرار دیا ہے(۱)۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے اور تمام مسلمانوں کو دنیا و آخرت کی عفو و عافیت سے نوازے (آمین)۔

وصلى الله وسلم وبارك على نبينا محمد وعلى آله و أصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

(انتهت الترجمة مع الكتابة في ٢١/ ٢/ ١٤٢٢هـ)

فالحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات.

(۱) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۶۱-۷۰۔

فہرست مضامین